لکھنؤ

تعمیر حیات

پندرہ روزہ

وہ اللہ والے

مومنین (اونین) کے کان میں جب خدا کی یہ پکار پہونچی تو انھوں نے اسی وقت اس کی
تصدیق کی اور اس پر لبیک کہا۔ اس کا یقین ان کے دلوں کی گہرائی میں اتر گیا۔ ان کے دل، ان کے
بدن، اور ان کی نگاہیں خدا کی عظمت اور ہیبت میں جھک گئیں۔ بخدا میں جب ان کو دیکھتا تو صاف
معلوم ہوتا کہ دین کے حقائق اور غیب کی باتیں گویا ان کی آنکھوں دیکھی حقیقتیں ہیں۔ ان کو بحث ومباحثہ
اور فضول باتوں سے کچھ کام نہ تھا، ان کو تو خدا سے ایک چیز پہونچی اور انھوں نے مان لی۔ اللہ
تعالیٰ نے قرآن مجید میں ان کا بہترین سراپا کھینچا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ "رحمٰن کے بندے
وہ ہیں جو زمین پر عاجزی کے ساتھ چلتے ہیں"۔
آیت میں "ھَوْنًا" کا لفظ آیا ہے۔ "ھَوْن" کے معنیٰ کلام عرب میں نرمی وسکینہ اور وقار
کے ہیں۔ پھر فرمایا، "اور جب ان سے بے سمجھ لوگ بات کریں تو کہتے ہیں سلام ہے" یعنی وہ ضابط وحلیم
ہیں جہالت پر نہیں اترتے۔ اور اگر کوئی دوسرا جہالت پر اتر آئے تو ان کے حلم ووقار میں فرق
نہیں آتا۔ یہ لوگ اللہ کے بندوں کے ساتھ کام کی بات سننے کے لیے دن گذارتے تھے۔ پھر انکی
بڑی اچھی راتیں گذرتی تھیں۔ جن کی اللہ تعالیٰ خود اس طرح تعریف کرتا ہے۔ "اور وہ لوگ اپنے
رب کے سامنے سجدہ میں اور کھڑے ہوکر رات گذارتے ہیں"۔ واقعی یہ لوگ اپنے پاؤں پر کھڑے
ہوجاتے ہیں۔ چہروں کو خاک پر رکھ دیتے، اور سجدہ میں پڑجاتے۔ ان کے رخساروں پر آنسوؤں
کا تار بندھ جاتا۔ اللہ کا خوف ان کی آنکھوں کو اشکبار رکھتا۔ آخر کوئی تو بات تھی۔ جس کے لیے وہ راتیں
آنکھوں میں کاٹ دیتے۔ کوئی تو بات تھی جس کے باعث وہ دن میں سہمے سہمے رہتے، اللہ تعالیٰ فرماتا
ہے "اور وہ لوگ جو کہتے ہیں اے ہمارے رب ہم سے دوزخ کا عذاب دور کردے، بیشک اس کا عذاب
بڑا تاوان اور بلائے جان ہے"۔ آیت میں "غرام" کا لفظ آیا ہے۔ جو مصیبت انسان کو لاحق ہو اور ٹل جائے
اس کو عرب "غرام" نہیں کہتے۔ "غرام" وہ مصیبت ہے جو قیامت تک انسان کے سر سے نہ ٹلے قسم
ہے اس ذات کی، جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ یہ اللہ کے بندے (اپنے قول اور اپنے دین میں) سچے اور پکے ثابت
ہوئے، اور جو انھوں نے زبان سے کہا تھا اس پر عمل کیا۔ لیکن افسوس تم صرف تمناؤں میں مشغول ہو۔ لوگو! ان خالی تمناؤں
سے باز آؤ۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے کبھی کسی بندے کو اس کی تمنا پر دنیا وآخرت کی کوئی چیز عطا نہیں فرمائی۔

حضرت حسن بصریؒ (دعوت وعزیمت اول)

۲۵/ ستمبر ۱۹۹۲ء

فی پرچہ ۲/۵۰

Regd. No. LW/NP56

Office : 72338
Princi. : 72336
G.House: 73864

TAMEER-E-HAYAT

FORTNIGHTLY

NADWATUL-ULAMA, LUCKNOW (India)

بمبئی میں

مٹھاس کی دنیا کا ایک ہی نام

★ انواع واقسام کی خوش ذائقہ ودل پذیر مٹھائیاں
★ دیسی گھی زعفران ومیوے سے بھرپور۔

طہورا سویٹس

● اسپیشل افلاطون ● مینگو برفی ● ڈرائی
فروٹ برفی ● انجیر برفی ● پائین ایپل برفی
● ڈنگ لڈو ● بتیسہ لڈو ● قلاقند اور نان خطائی

ناگپاڑہ جنکشن ۴۵/۲۲۵ بلاسس روڈ بمبئی ۸
فون ۳۰۹۱۳۱۸-۳۰۸۲۷۷۳

صحابہؓ کی باتیں

مولانا مجیب بستوی۔ سمریاواں بازار بستی

کروں کس زباں سے صحابہؓ کی باتیں — دلِ ناتواں سے صحابہؓ کی باتیں
رسولِ خدا یاد آئے جو سن لی — کسی مہرباں سے صحابہؓ کی باتیں
صداقت ابو بکرؓ کی یاد آئی — ہو اشک رواں سے صحابہؓ کی باتیں
عدالت عمرؓ کی یہ کہتی ہے یارو — ہوں عزم جواں سے صحابہؓ کی باتیں
سخاوت ہے عثمان کی اللہ اللہ — چلی ہیں کہاں سے صحابہؓ کی باتیں
شجاعت علیؓ کی یہی چاہتی ہے — کرو تم جہاں سے صحابہؓ کی باتیں
امیرِ رہ زندگی کا ہے فرماں — سنو کارواں سے صحابہؓ کی باتیں

مجیب آپ کرتے رہیں جان ودل سے
غمِ جاوداں سے صحابہؓ کی باتیں

مکتبہ حراء لکھنؤ

مدارس عربیہ کے لئے پاکستانی مطبوعات کا گرانقدر علمی تحفہ

۱۔ فتح القدیر	۲۲۵۰۔۔۔۔۔۔۰۰
۲۔ الاشباہ والنظائر	۹۵۰۔۔۔۔۔۔۰
۳۔ فتاوی عالمگیری	۲۰۰۰۔۔۔۔۔۔۰
۴۔ امداد الفتاوی	۱۲۰۰۔۔۔۔۔۔۰
۵۔ ابو جعفر الطحاوی	۲۲۰۔۔۔۔۔۔۰
۶۔ در مختار اردو	۱۲۵۰۔۔۔۔۔۔۰
۷۔ فتاوی شامی	۲۶۵۰۔۔۔۔۔۔۰
۸۔ فتاوی تاتار خانیہ	۱۶۵۰۔۔۔۔۔۔۰
۹۔ بحر الرائق	۱۵۰۰۔۔۔۔۔۔۰
۱۰۔ مختصر الطحاوی	۲۵۰۔۔۔۔۔۔۰
۱۱۔ مرقاۃ شرح مشکوۃ	۱۶۰۰۔۔۔۔۔۔۰
۱۲۔ عین الہدایہ	۱۵۰۰۔۔۔۔۔۔۰
۱۳۔ البدائع والصنائع۔ ۳ جلد	۸۲۵۔۔۔۔۔۔۰
۱۴۔ ارشاد القاری	۱۲۰۔۔۔۔۔۔۰
۱۵۔ الکوکب الدری	۲۲۰۔۔۔۔۔۔۰

نوٹ: آرڈر کے ہمراہ ۲۰٪ پیشگی آنا ضروری ہے۔ شرح کمیشن سرکاری لائبریریوں کے لئے ۲۰٪ مدارس عربیہ کے لئے ۳۰٪ ہوگا۔ بنک کے ذریعہ منگانے کے لئے بنک کا نام اور پتہ صاف لکھیں۔ ریلوے یا ٹرانسپورٹ کی صراحت کریں۔

P.O.Box No. 374, TAGORE MARG LUCKNOW. 226007(UP)

نورانی تیل

درد، زخم، چوٹ کی بہترین دوا

لیبل پر ڈرگ لائسنس نمبر U-18/77 اور
کیپ سول پر ⊕ مارکہ ضرور دیکھیں
انڈین کیمیکل کمپنی کی کہیں کوئی برانچ نہیں ہے
دھوکہ نہ کھائیں۔ مئو کا بنا اصلی نورانی تیل
مئو کا پتہ دیکھ کر خریدیں۔

INDIAN CHEMICAL MAU.N.B. 275101

پرنٹر پبلشر شاہد حسین نے آزاد پریس لکھنؤ میں طبع کرا کے دفتر تعمیر حیات، مجلس صحافت ونشریات، دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ سے شائع کیا

تعمیرِ حیات

لکھنؤ

پندرہ روزہ

مجلس صحافت و نشریات دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

جلد ۲۹ | ۲۵ ستمبر ۱۹۹۲ء — مطابق ۲۷ ربیع الاول ۱۴۱۳ھ | شمارہ ۲۲

اداریہ

شمس الحق ندوی

مایوسی نہیں عزم و ہمت

اپنے تصور و خیال کو ذرا دیر کیلیے چودہ سو سال پیچھے لے جایئے مکہ کی جھلسی ہوئی پہاڑیوں کے دامن ایک چھوٹی سی چوکور عمارت ہے کہتے ہیں اور واقعات و تاریخ اس کی شہادت دیتے ہیں کہ اس کو نبی ابراہیمؑ باپ بیٹے نے مل کر بنایا تھا قرآنی شہادت اس طرح ہے:

"وَاِذْ یَرْفَعُ اِبْرَاهِیْمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَیْتِ وَاِسْمٰعِیْلُ، رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ"۔ بقرہ۔ ۱۲۷

اور جب ابراہیمؑ اور اسماعیلؑ بیت اللہ کی بنیادیں اونچی کر رہے تھے (تو دعا کیے جاتے تھے کہ) اے پروردگار ہم سے خدمت قبول فرما بیشک تو سننے والا اور جاننے والا ہے۔

ابراہیمؑ وہی جن کو نمرود بادشاہ نے آگ کے الاؤ میں ڈالا تھا اور دنیا جانتی ہے کہ آگ کے شعلے ابراہیمؑ کے لیے گل و گلزار بن گئے تھے ابراہیم اس پاداش میں کہ بھلی باتوں کا حکم دیتے ہیں اور انسانوں کے اپنے ہاتھوں سے بنائے ہوئے دیوی دیوتاؤں کی پوجا پاٹ سے روکتے ہیں وطن چھوڑنے پر مجبور ہو کر مکہ پہنچے تھے اور وہاں جہاں اس گھر کے آثار تھے اور جس کو باپ بیٹے نے بنایا ویرانہ ہی ویرانہ تھا، آبادی کا کہیں دور دور پتہ نہ تھا، ابراہیمؑ نے جس کو بے دلیل مان کہا تھا: "لَئِنْ لَّمْ یَهْدِنِیْ رَبِّیْ لَاَكُوْنَنَّ مِنَ الْقَوْمِ الضَّآلِّیْنَ"۔ انعام ۔ ۷۷۔ (اگر پروردگار مجھے سیدھا راستہ نہیں دکھائے گا تو میں ان لوگوں میں ہو جاؤں گا جو بھٹک رہے ہیں)۔ اسی سے "رَبَّنَآ اِنِّیْٓ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ بِوَادٍ غَیْرِ ذِیْ زَرْعٍ عِنْدَ بَیْتِكَ الْمُحَرَّمِ"۔ ابراہیم ۔ ۳۷۔ (اے پروردگار میں نے اپنی اولاد کو میدان (مکہ) میں جہاں کھیتی نہیں تیری عزت (و ادب) والے گھر کے پاس لا بسائی ہے)۔ کہ کر اپنی اولاد کو لا بسایا اور خدا کے اس گھر کو آباد کیا تھا اور پھر یہ ویرانہ بھی آباد ہو کر شہر بن گیا تھا، یہ گھر بہت دنوں تک آباد رہا اور اس میں توحید ہی کا گیت گایا جاتا رہا لیکن جب مرور زمانہ کے ساتھ ساتھ توحید کی آواز ہلکی پڑ گئی اور وہی خدا کا گھر جس کو حضرت ابراہیمؑ نے آباد کیا تھا دوبارہ پھر خود انسانوں کے تراشے ہوئے دیوی دیوتاؤں سے بھر گیا تو رب البیت نے اپنے آخری رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا کہ یہ گھر پھر خدا کے ذکر و یاد سے آباد و معمور ہو اور جادۂ توحید سے بھٹکے ہوئے قافلۂ انسانیت کو ہدایت نصیب ہو، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب کفر و بے دینی کے اس ماحول میں، جہاں آپؐ نہ صرف جانے پہچانے ہوئے تھے بلکہ صادق و امین کے لقب سے مشہور بھی تھے۔ توحید کی دعوت دی تو اپنے پرائے سب مخالف ہو گئے، مخالف ہی نہیں بلکہ بغض و عداوت پر اتر آئے اور جس ذات سے اپنے بیٹوں کی طرح واقف تھے اس کو شاعر و جادوگر، پاگل و مجنوں کہہ کر جھٹلانے لگے، مارنے اور ستانے لگے، اتنا کہ حق و صداقت کی اس مظلومی پر زمین و آسمان تھرا رہے تھے، خدا کی زمین پر چند دلوں کے سوا اس کا کہیں نشیمن نہ تھا، اور اسے بھی ظلم و استبداد کی آندھیاں ڈھونڈ ڈھونڈ کر تاراج کر دینا چاہتی تھیں، ایمان و اسلام کا نام لینے کی سزا کفر و شرک کے بے رحم ماحول میں سوائے موت کے اور کچھ نہ تھی، حتیٰ کہ خود پیغمبر عالم کے چچاؤں اور بھائیوں کی خون آشام تلواریں اسی معصوم خون کی پیاس میں ہمیشہ زبانیں نکالے رہتیں، عالم امکان کا وہ کون سا دردناک عذاب تھا جو ان خونخوار درندوں نے نہ ڈھایا ہو۔ لیکن "فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ" کی غیر معمولی عزیمت نے اس ہنگامۂ شر و فساد کو اس طرح فرو کیا جس کی نظیر دنیا نے شاید کبھی نہ دیکھی ہو۔

پورے تیرہ سال کی مدت گذر گئی اور توحید کا یہ آوازہ لیے دبا رہا جیسے کبھی ابھر ہی نہ سکے گا، منکرین اس دعوت

سرپرست

مولانا معین اللہ ندوی
نائب ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ

ادارۂ تحریر

شمس الحق ندوی
محمود الازہار ندوی

مشاورت

مولانا نذر الحفیظ ندوی — مولانا سلمان حسینی ندوی
مولانا محمد خالد ندوی — مولانا عبد اللہ حسنی ندوی
مولانا محمد رضوان ندوی — ڈاکٹر ہارون رشید

خط و کتابت و منی آرڈر کا پتہ

منیجر تعمیر حیات پوسٹ بکس ۹۳
ندوۃ العلماء لکھنؤ 226007 (یوپی)

زر تعاون ملکی

سالانہ — پچاس روپے
فی شمارہ — ۲/۲۵

بیرون ملک فضائی ڈاک

ایشیائی، یورپی، افریقی و امریکی ممالک
۲۵ ڈالر

بیرون ملک بحری ڈاک

بحری ڈاک سے — ۱۰ ڈالر

نوٹ:- ڈرافٹ سکریٹری مجلس صحافت و نشریات لکھنؤ کے نام سے بنائیں، اور دفتر تعمیر حیات کے پتہ پر روانہ کریں

اس دائرہ میں اگر سرخ نشان ہے تو اس کا مطلب ہے کہ اس شمارہ پر آپ کا چندہ ختم ہو چکا ہے۔ لہٰذا اگر آپ چاہتے ہیں کہ دین و ادب کا یہ خادم ندوۃ العلماء کا ترجمان آپ کی خدمت میں پہونچتا رہے تو سالانہ چندہ مبلغ پچاس روپے بذریعہ منی آرڈر دفتر تعمیر حیات کے پتہ پر ارسال فرمائیں۔

درس حدیث

دین پر ثبات و استقامت

ڈاکٹر محمد لقمان اعظمی ندوی — ترجمہ شمس الحق ندوی

عن ابی عمرو، وقیل ابی عمرۃ، سفیان بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ قال: قلت یا رسول اللہ: قل لی فی الاسلام قولا لا اسئل عنہ احدا غیرک، قال: "قل: آمنت باللہ ثم استقم"۔ لہ

ابو عمرو (بعض نے کہا کہ) ابو عمرۃ، سفیان ابن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول آپ مجھے اسلام کے بارے میں ایسی جامع بات فرما دیجئے کہ اس کے متعلق پھر کسی اور سے نہ پوچھوں آپؐ نے فرمایا: "کہو: اللہ پر ایمان لایا اور پھر اسی پر جم جاؤ"۔

حدیث کا مطلب

اسلام آیا تو دنیا میں باطل عقائد و خیالات، قصے کہانیوں، بتوں، فلسفوں اور اوہام پرستی کا دور دورہ تھا جس میں حق و باطل میں صحیح اور غلط میں تمیز باقی نہ رہ گئی تھی، دین و عقیدہ، لغو اور مہمل باتوں میں دب کر رہ گیا تھا۔

لہٰذا اسلام نے سب سے پہلے عقیدہ کو درست و مضبوط کرنے پر توجہ دی اور اللہ تعالیٰ کی صفات، مخلوق کے ساتھ اس کا تعلق اور اس کے ساتھ مخلوق کے تعلق کے تصور و خیال کو متعین کیا۔ اس لیے کہ صحیح عقیدہ ہی زمین پر انسان کے خلیفۃ اللہ ہونے کے اعتبار سے زندگی کے میدان میں اس کے مقاصد و ذمہ داری کو متعین کرتا ہے اور اس کو اس زمین کے آباد کرنے اور اس میں خیر کو پھیلانے کا ذمہ دار قرار دیتا ہے، اس کی زندگی کا منشا و مقصود بتاتا ہے جس کو عملی جامہ پہنانے کے لیے انسان کا وجود عمل میں آیا۔ اسی نزاکت کے پیش نظر ہمیں اس مختصر ترین نبوی نصیحت کی قدر و قیمت کا اندازہ ہوتا ہے۔ اس نصیحت ہی کے ذریعہ دو ٹوک انداز میں ہم کو دین اسلام کے بنیادی مسائل اور اس کی عملی تحریک و حقیقت ثابتہ کا علم ہوتا ہے۔ مومن و مسلم کا دل ہی وہ ظرف ہوتا ہے جس میں خدا پر ایمان کے معانی جاگزیں ہوتے ہیں ایمان کے بعد کی جو چیزیں ہیں وہ اس ایمان کی قدریں اور اسلام کے وہ ارکان ہیں جن کا یہ ایمان مطالبہ کرتا ہے، چنانچہ فرشتوں پر ایمان، اللہ کی کتابوں پر ایمان، اس کے رسولوں پر ایمان، یوم آخرت پر ایمان، تقدیر کے اچھے برے ہونے پر ایمان، اسی طرح سے نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ۔ اسلامی حدود اور سزائیں، حلال و حرام، باہمی معاملات، قانون شریعت، اسلامی تعلیمات و رہنمائی یہ سب کی سب خدا پر ایمان ہی کی بنیاد و اساس پر قائم ہوتی ہیں۔

قرآن کریم نے عقیدہ کو "ایمان" سے اور شریعت کو "عمل صالح" سے تعبیر کیا ہے جو قرآن کریم کی بہت سی کھلی ہوئی اور واضح آیات میں بیان ہوا ہے، سورۂ عصر میں فرمایا:

"وَالْعَصْرِ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ" ۲ہ

عصر کی قسم کہ انسان نقصان میں ہے، مگر وہ لوگ جو ایمان لائے، اور نیک عمل کرتے رہے اور آپس میں حق (بات) کی تلقین کرتے رہے۔

ایک دوسری جگہ فرمایا:

"اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا فَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ" ۳ہ

جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا پروردگار خدا ہے پھر وہ (اس پر) قائم رہے تو ان کو نہ کچھ خوف ہوگا اور نہ وہ غمناک ہوں گے۔

اس لئے کہ ایمان زندگی کے لئے ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے جو زندگی کی تمام سرگرمیوں رجحانات، تحریکوں اور مشاغل پر محیط ہے۔ ثم استقاموا۔ پھر وہ اس پر قائم رہے اس ضابطۂ حیات پر جمنا اور قائم رہنا وہ بلند مرتبہ ہے جو دلوں میں ایمانی روح سما جانے کے بعد حاصل ہوتا ہے۔

اسی موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو لفظ "ثم" سے ادا کیا ہے، یہ لفظ ترتیب اور تراخی (یعنی بعد میں آنے) کا فائدہ دیتا ہے اس لیے کہ استقامت کی منزل تو ایمان کے بعد ہی آئے گی۔ اور معمولات و معاملات کے اندر ایمان کے تقاضوں پر استقامت و ثابت قدمی دشوار ترین مرحلہ ہے جس سے مومن کو سابقہ پڑتا ہے، اس لیے کہ زندگی کی پرخطر راہیں لغزشوں، کانٹوں اور دشواریوں سے بھری ہوئی ہیں، جہاں ہر طرف سے دین سے پھر جانے کی صدائیں آتی رہتی ہیں، جس طرح سے مسلمان کی زندگی ابتلا و آزمائش اور سخت حالات سے بھری اور گھری ہوئی ہے اسی کے اعتبار سے اس سے صبر و ثبات اور ہر حال میں ایمان کے تقاضوں پر قائم رہنے کا مطالبہ ہے۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے (ثم استقاموا) کی تفسیر میں فرمایا، انھوں نے ایمان لانے کے بعد کسی اور کو خدا کا شریک نہیں بنایا، حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے بارے میں بیان کیا گیا ہے کہ آپ ایک دن منبر پر آیت "اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا" پڑھی تو فرمایا۔ وہ لومڑی کی طرح سے چال نہیں چلے (یعنی ایمان لانے کے بعد غیر اللہ سے آس نہیں لگائی ان کو اپنا حاجت روا نہیں سمجھا)۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ (استقاموا) کے معنی فرائض کو ادا کرنا، جن کا یہ حال تھا کہ جب وہ اس آیت کو پڑھتے تو یہ دعا مانگتے: "اَللّٰهُمَّ اَنْتَ رَبُّنَا فَارْزُقْنَا الْاِسْتِقَامَةَ"۔ یعنی اے اللہ تو ہی ہم سب کا رب ہے تو ہم لوگوں کو استقامت نصیب فرما۔

اللہ تعالیٰ کے ارشاد "فَاسْتَقِیْمُوْٓا اِلَیْهِ وَاسْتَغْفِرُوْهُ" سے یہ اشارہ ملتا ہے کہ استقامت میں کوتاہی ہوگی ضرور اس کا حق کما حقہ نہیں ادا ہو پائے گا لہٰذا مابعد فرمایا اور استغفار کیا کرو کہ استغفار توبہ اور استقامت کی طرف رجوع کا مقتضی ہے جس سے کوتاہی کی تلافی ہو جائے گی۔ استقامت کی اصل حقیقت دل کا توحید پر قائم رہنا ہے جیسا کہ حضرت ابو بکر صدیق اور دیگر حضرات نے اس کی تفسیر کی ہے، جب دل اللہ کی معرفت اس کے خوف و تعظیم، ہیبت و محبت اس سے امید و دعا، اسی پر بھروسا اور توکل اس کے ماسوا سے اعراض و بے نیازی پر جم جائے گا تو اس کے اعضا بھی اللہ کی اطاعت میں لگ جائیں گے۔ مسند امام میں حضرت انس رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپؐ نے فرمایا:

"لا یستقیم ایمان عبد حتی یستقیم قلبہ ولا یستقیم قلبہ حتی یستقیم لسانہ" کسی بندہ کا ایمان اس وقت تک نہیں درست ہو سکتا جب تک اس کا دل نہ درست ہو جائے، اور اس کا دل اس وقت تک نہیں درست ہو سکتا جب تک اس کی زبان نہ درست ہو جائے۔

استقامت پر اس طرح زور دینا اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ دعوت اسلامی کا کام کٹھن اور اس کی راہ پر پیچ و دشوار گذار ہے اس کے لیے بڑی مشکلات اور کٹھنائیوں سے دوچار ہونا پڑتا ہے، اور پھر اس طریقہ کی رہنمائی کرتا ہے جو داعیوں کے بلند مقصد کو کامیاب بناتا ہے اور ان کو اس پیغام کا بوجھ اٹھانے کا اہل بناتا ہے، اور ان سے "امت وسط" کو وجود میں لاتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے لوگوں (یعنی دوسری قوموں) کو بطور گواہ و ثبوت اور صراط مستقیم کی طرف بلانے و رہنمائی کرنے کے لیے منتخب فرمایا ہے نیکی کی طرف بلانے اور برائی سے روکنے کے لیے منتخب فرمایا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِیْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ، نَحْنُ اَوْلِیٰٓؤُكُمْ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَةِ، وَلَكُمْ فِیْهَا مَا تَشْتَهِیْٓ اَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِیْهَا مَا تَدَّعُوْنَ، نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِیْمٍ" ۴ہ

جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا پروردگار خدا ہے، پھر وہ (اس پر) قائم رہے ان پر فرشتے اتریں گے (اور کہیں گے) کہ خوف نہ کرو اور نہ غمناک ہو اور بہشت کی، جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا خوشی مناؤ، ہم دنیا کی زندگی میں بھی تمہارے دوست تھے اور آخرت میں بھی (تمہارے رفیق ہیں) اور وہاں جس (نعمت) کو تمہارا جی چاہے گا، تم کو ملے گی اور جو چیز طلب کرو گے تمہارے لیے (موجود ہوگی) یہ بخشنے والے مہربان کی طرف سے مہمانی ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے قول و عمل اور پوری زندگی میں استقامت کی اعلیٰ مثال تھے، آپ اسی کا حکم فرماتے تھے اس پر آمادہ کرتے تھے، اور جب وہ ایمان کے ساتھ جم جاتے تو۔ اسی کو آپ دعوت اسلامی کا حاصل و نچوڑ سمجھتے تھے لہٰذا سوال کرنے والے سے فرمایا: "قل آمنت باللہ ثم استقم"۔

(باقی صفحہ ۱۱ پر)

کا مذاق اڑانے اور استہزا کرنے میں اس منزل پر پہنچ گئے کہ جیسے کسی قادر مطلق عزیز وجبار، قاہر وغالب خدا کی نہیں بلکہ کسی من گھڑت اور فرضی خدا کی دعوت ہے جو ایک منچلے نے جاہ ومنصب کے شوق میں شروع کر دی ہے۔

اس عالم رنگ وبو کا نظام جن اسباب وعوامل کے ساتھ چل رہا ہے، کون یہ کہہ سکتا تھا کہ یہ مدعی نبوت زندہ سلامت رہے گا اور یہ دعوت جس سے پوری دنیا نامانوس ہے پھلے پھولے گی، مخالفت کرنے والے صرف سرداران قریش اور اصحاب جاہ وثروت ہی نہ تھے، بلکہ آپ کے نامۂ مبارک کو پھاڑ ٹکڑے ٹکڑے کر دینے والے باجاہ وجبروت بادشاہ بھی اس میں شامل تھے، کتنے ایسے مواقع آتے تھے کہ معلوم ہوتا تھا یہ شمع ہدایت اب بجھی تب بجھی، مگر جو شمع روشن رہنے ہی کے لیے جلائی گئی تھی، اس کو کون بجھا سکتا تھا، ۱۳ رسال تک مسلسل جھلملانے والی یہ شمع جب رب کائنات ہی کے اشارہ پر مکہ سے مدینہ منتقل ہوئی، تو اس کی لو تیز ہو گئی اور ایسی تیز ہوئی کہ معرکۂ بدر وحنین سے گذر کر پورے عالم کو روشن کر دیا۔

لیکن جن دلوں کی سیاہی گہری تھی یا سیاہ دل لے کر پیدا ہوتے رہے وہ اس کے دبانے اور بجھانے کے لیے برابر کوشاں ہی رہے لیکن اب مسلمان نام سے ایک قوم اور اسلام نام سے ایک مذہب وجود میں آچکا تھا۔ "اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ" کا ڈنکا بج چکا تھا، دنیا کی تاریخ کا ایک نیا باب کھل چکا تھا، مرورِ زمانہ کے ساتھ اس میں اتار چڑھاؤ ہوتا رہا، تیر وتلوار سے گذر کر نئے نئے نظریات وفلسفے وجود میں آتے رہے، قوتیں ابھرتی اور دبتی رہیں، فکر وفلسفوں کے معرکے شعلہ بار ہوتے اور پھر بجھتے اور دبتے رہے۔ مگر توحید کا غلغلہ بڑھتا ہی گیا۔

اس دعوت پر اب ۱۴ رسو سال سے زائد مدت گذر چکی ہے، ان چودہ سو سالوں میں اس دعوت کے زیر اثر کیسے کیسے خدا پرست اور انسانیت دوست لوگ پیدا ہوئے ہیں اور بھٹکی ہوئی انسانیت کو راہ دکھائی ہے، بگڑے ہوؤں کو بنایا ہے انسانیت کے الجھے ہوئے گیسو کو سلجھایا اور سنوارا ہے ان کے کارنامے تاریخ کے اوراق میں نگینہ کی طرح جگمگا رہے ہیں، ان خدا پرستوں کی بھی مخالفتیں ہوئی ہیں، ان کو بھی طعنے دیے گئے ہیں جو اس وقت دیے جا رہے تھے جس وقت اس دعوت کے دینے والے کو کاہن، شاعر اور مجنون کہا جا رہا تھا اور اس کا خاتمہ کر دینے کی تمام تدابیر اختیار کی جا رہی تھیں کیا ایسا نہیں ہوا کہ انھیں ملک کے مذکورہ ناساعد اور مخالف حالات میں خدا کے کچھ صاحب عزم وہمت بندے پوری قوت وبے باکی کے ساتھ اعلان کرتے تھے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ خدا کے رسول ہیں۔

اگر اس وقت لوگوں نے کاہن وشاعر کہہ کر جھٹلانا چاہا تھا تو بعد کے لوگوں نے اپنے ناقص عقل وفکر کے جوکھٹے ہی رکھ کر لیڈر روبانی حکومت اور محمد ازم کہہ کر جھٹلانا چاہا مگر جھٹلانے والے مٹتے گئے اس کے مقابلے میں آنے والے افکار ونظریات ایک ایک کر کے ھباءً منثوراً ہوتے گئے لیکن اَشْہَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہ کا آوازہ برابر گونجتا ہی رہا اور گونجتا ہی رہے گا۔

ہماری موجودہ صدی میں جب دنیا نے تہذیب وتمدن اور اختراعات وایجادات کے نئے بال وپر نکالے تو نئے انداز سے اقتصادی ومعاشی ہتھکنڈے کر کے اس دعوت کو جھٹلانے اور ناکام بنانے کی چالیں چلی گئیں کچھ نئے ازم وجود میں کئے اور آزادیٔ انساں کے نام سے نئے نئے گل کھلائے گئے اور انسانیت کی دھجیاں اڑائی گئیں۔ اور طرح طرح کے شکوک وشبہات پیدا کر کے اس دعوت کے ماننے والوں کی بھی بڑی تعداد کو فریب دیا گیا۔ لیکن خیال وگمان کے یہ سارے لشکر شکست کھاتے رہے اور اَشْہَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہ کا آوازہ یہاں نہیں تو وہاں برابر گونجتا ہی رہا۔

آج بھی جو گھبراہٹ وپریشانی ہے اسی کی کہ اگر کہیں اس دعوتِ انسانیت کے اصول واحکام کو طاقت حاصل ہو گئی تو بے حیائی وبداخلاقی کے بازار سرد پڑ جائیں گے۔ ظلم وجور کا طوفان اٹھانے والے مجرموں کے کٹہرے میں بند ہو جائیں گے، قتل وغارت گری کا خاتمہ کر دیا جائے گا ناچ گانوں کی محفلیں بے رونق ہو جائیں گی، دجل وفریب کے سارے پردے اٹھ جائیں گے۔

مسلمانوں کی بعض کمزوریوں اور خامیوں کے باوجود اس دعوت انسانیت وخدا پرستی کے کچھ اصول حکومت سعودیہ میں برتے جاتے ہیں کوئی ان کے اور دوسری جگہوں سے موازنہ کر کے بتائے کہ وہاں کتنی چوریاں ہوتی ہیں کتنے انسانی کا خون ناحق ہوتا ہے۔ چوربازاری کتنی پائی جاتی ہے، کتنے اسقاط حمل ہوتے ہیں، کتنی بہن بیٹیوں کی عزتیں لٹتی ہیں، وہاں کتنے ڈانس گھر اور تھیٹر ہیں کتنے بازارِ حسن ---اور فحاشی کے اڈے ہیں۔

مغرب کو جو گھبراہٹ ہے وہ یہی کہ اگر کہیں ان اَشْہَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہ کہنے والوں کو حکومت کے نظام میں عمل دخل کی قوت حاصل ہو گئی تو ان دشمنِ انسانیت اور خدا فراموشوں پر عرصۂ حیات تنگ ہو جائے گا۔

آج دنیا میں ان لوگوں کو جو ایک قادر وجبار، قاہر وغفار، عزیز وحکیم ذات پر ایمان رکھتے ہیں، طرح طرح کے طعنے سننے پڑتے ہیں، انھیں نادان واحمق کہا جاتا ہے آنے والے آخرت کے دن اور اس میں ہونے والے حساب کتاب اور پوچھ تاچھ کا مذاق اڑایا جاتا ہے، ان طریقوں اور حکموں پر چلنے کو بنیاد پرستی بتایا جاتا ہے جو خداوند کریم نے اپنے نبی کے ذریعے قرآن وحدیث کی صورت میں بھیجا ہے، دین اسلام کے ان ماننے والوں کو ذلت وحقارت کی نظروں سے دیکھا جاتا ہے ان کے نبی ورسول کا بھی مذاق اڑایا جاتا ہے، آج بھی ان کے لائے ہوئے طریقۂ زندگی کو محمد ازم کہہ کر اور ازموں کی طرح ایک ازم کی طرح پیش کیا جاتا ہے، مگر وہ کڑا اور کٹھن دن آ کے رہے گا جب یہ مذاق اڑانے والے اپنی نادانیوں پر نادم وشرمسار ہو کر شرم سے سر جھکائے کھڑے ہوں گے۔ رَبَّنَآ اَبْصَرْنَا وَسَمِعْنَا فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا اِنَّا مُوْقِنُوْنَ (سجدہ-۱۲)

اے ہمارے پروردگار ہم نے دیکھ لیا اور سن لیا تو ہم کو (دنیا میں) واپس بھیج دے کہ نیک عمل کریں۔ بیشک ہم یقین کرنے والے ہیں۔

ان کی ایک نہ سنی جائے گی اور جہنم میں جھونک دیے جائیں گے اور اس کی جلن اور شدت پیاس سے بے تاب ہو کر انھیں مومنین سے جن کا مذاق اڑا رہے تھے (اور وہ جنت میں ہوں گے) کہیں گے جس کی تصویر قرآن کریم نے اس طرح کھینچی ہے:

"وَنَادٰٓی اَصْحٰبُ النَّارِ اَصْحٰبَ الْجَنَّۃِ اَنْ اَفِیْضُوْا عَلَیْنَا مِنَ الْمَآءِ اَوْ مِمَّا رَزَقَکُمُ اللّٰہُ - قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰہَ حَرَّمَہُمَا عَلَی الْکٰفِرِیْنَ" (اعراف-۵۰)

اور دوزخی بہشتیوں سے (گڑگڑا کر) کہیں گے کہ کسی قدر ہم پر پانی بہاؤ یا جو رزق خدا نے تمہیں عنایت فرمایا ہے اس میں سے (کچھ ہمیں بھی دو) وہ جواب دیں گے کہ خدا نے بہشت کا پانی اور رزق کافروں پر حرام کر دیا ہے۔

صاحب ایمان ناسازگار حالات سے مایوس ہو کر بیٹھ نہیں رہتا بلکہ یہ کہہ کر "ھٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ" عزم وہمت کے ساتھ اپنے عمل وحرکت کو اور تیز کر دیتا ہے مایوس ہو کر بیٹھ رہنا مومن کی شان نہیں ہے ؎

یہ کمالِ زندگی ہے کہ جب آفتاب ڈوبے
تو فلک کو نور دے کر نئی انجمن سجا دے

پامال نہ ہوگا کبھی گلزارِ محمدؐ

حضرت مولانا محمد احمد صاحب پرتاب گڈھی

انکار ہے اللہ کا انکارِ محمدؐ — اللہ کا اقرار ہے اقرارِ محمدؐ
گر دیدۂ بینا ہو عطا، تو نظر آئے — انوارِ الٰہی سے ہیں انوارِ محمدؐ
سرکارِ دوعالم کی جو سنت پہ فدا ہیں — بس ان کو نظر آئیں گے انوارِ محمدؐ
ہے سنتِ نبوی سے نہیں جن کو سروکار — ان پر نہ کھلیں گے کبھی اسرارِ محمدؐ
کیا پوچھنا اس کا وہ سعیدِ ازلی ہے — ہو جائے جسے خواب میں دیدارِ محمدؐ
غم مجھ کو نہیں لاکھ زمانہ ہو مخالف — پامال نہ ہوگا کبھی گلزارِ محمدؐ
ہو جاتے تھے اصحاب ادب سے ہمہ تن گوش — اس طرح سنا کرتے تھے گفتارِ محمدؐ
کیا پوچھتے ہو ان کے مدارج کی نہیں تھاہ — قربان میں ان پر جو ہیں انصارِ محمدؐ
قربان کریں جان یہاں سر کے بل آئیں — دربارِ محمدؐ ہے یہ دربارِ محمدؐ
اے کون بسا دیدہ ودل میں ترے احمد — ہر دم تجھے حاصل ہے جو دیدارِ محمدؐ

صدقے میں محمدؐ کے تو احمد کی دعا سن
اللہ دکھا پھر اسے دربارِ محمدؐ

مفکر اسلام علامہ سید ابوالحسن علی حسنی ندوی

اپنی تحریروں کے آئینہ میں

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی اسلامی مفکر انور الجندی کی نظر میں

آفتاب عالم ندوی (دھنبادی)

استاذ انور الجندی اسلامی دنیا کے مشہور وممتاز دانشور ومفکر اور ادیب ہیں، ان کی سو سے زیادہ تصنیفات اسلامی ودعوتی حلقوں سے خراج تحسین وصول کر چکی ہیں، عالم عرب کے ممتاز رسالوں اور اخبارات میں ان کے مضامین شائع ہوتے اور قدر ووقعت کی نگاہ سے پڑھے جاتے ہیں، عرب دنیا میں اسلامیت کے خلاف مغربی فکر کے علمبرداروں اور داعیوں نے نئی نسل کے ذہنوں کو جس طرح مسموم کر کے جدید مغربی فکر وفلسفہ کو فروغ دینے کی کوشش کی تھی انور الجندی نے ربع صدی سے موجودہ نسل کو ان کے زہریلے اثرات سے پاک کرنے کا بیڑا اٹھا رکھا ہے، ان کی تحریروں میں ایمان ویقین کی پختگی کے ساتھ ادب کی چاشنی بھی ہوتی ہے۔ ذیل کی سطروں میں انھوں نے ندوۃ العلماء اور حضرت مولانا کی خدمات کے سلسلہ میں اپنے تاثر کا اظہار کیا ہے [illegible]

دار العلوم ندوۃ العلماء کے قابل فخر فرزندوں میں مفکر اسلام علامہ سید ابوالحسن علی حسنی ندوی ایک ممتاز ومنفرد حیثیت کے مالک ہیں، آپ کا تعلق مشہور صاحب عزیمت وصاحب تاثیر داعی اور مجاہد سید احمد شہید کے خانوادے سے ہے، جنھوں نے برصغیر ہندوستان میں پہلی مرتبہ اسلامی اصول وطریقہ پر حکومت قائم کرنے کی کوشش کی اور اس راستے میں انھوں نے اپنے جاں نثار ساتھیوں کے ساتھ سرزمین بالاکوٹ میں جام شہادت نوش کیا ؎

بنا کردند خوش رسمے بخاک وخون غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

سید احمد شہید کی دعوت وتحریک کے دور رس اور گہرے اثرات آج بھی ہندوستانی مسلمانوں میں دیکھے جا سکتے ہیں۔

ندوۃ العلماء سے اب تک سیکڑوں اہل قلم، مصنف، مفکر، داعی اور ادیب پیدا ہو چکے ہیں، علامہ شبلی نعمانی اس عظیم درس گاہ وتحریک کے بانیوں میں ہیں جنھوں نے عربی ادب اور اسلامی فکر پر گہرا اثر ڈالا، یہ وہی شبلی ہیں جنھوں نے ہندوستان میں بیٹھ کر مشہور عیسائی عربی ادیب اور مصنف جرجی زیدان کی شہرہ آفاق تصنیف "تاریخ التمدن الاسلامی" کا عربی میں رد لکھا، حالانکہ اس نے کتاب میں علامہ شبلی کا نام نہایت ادب واحترام سے لیا ہے۔

ندوی فرزندوں میں ایک بہت ہی ممتاز نام علامہ سید سلیمان ندوی کا ہے جو علامہ شبلی کے شاگرد رشید اور شیخ ابوالحسن کے محبوب ومحترم استاد ہیں۔ علامہ سید سلیمان ندوی کے شاگردوں میں محتاج تعارف نہیں۔

شیخ ابوالحسن ندوی اسی سلسلۃ الذہب کی ایک کڑی ہیں، ان تمام حضرات نے زبان وقلم سے اسلام کے بارے میں عیسائی مشنریوں، سامراجی طاقتوں اور دوسرے دشمنان دین کے پھیلائے ہوئے شکوک وشبہات کے تیرہ وتاریک پردے کو چاک کرنے میں بہت اہم رول ادا کیا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ ندوۃ العلماء نے شروع ہی سے اس بلند مقصد کی طرف توجہ دی، اس کے لیے اس نے ایسا نصاب ونظام تعلیم وتربیت وضع کیا جسے پڑھ لینے کے بعد اسلام کی نمائندگی وترجمانی، ہر زمانے میں اسے عالم انسانیت کے لیے باعثِ نجات ورحمت ثابت کرنا اور عصری وعلمی اسلوب میں اسلام پر اعتراض کرنے والوں کو جواب دے کر ان کے ذہن ودماغ کو مطمئن کرنا بہت آسان ہو جاتا ہے، مولانا مسعود عالم ندوی ندوۃ العلماء کے اغراض ومقاصد پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں! "ندوہ کی بنیاد زمانے کے علماء، اصحاب بصیرت وفراست اور اربابِ فکر ودعوت نے رکھی، ان کی دوررس نگاہیں اس سنگین خطرے کے آثار کو دیکھ رہی تھیں جو جدید وقدیم تہذیب وثقافت اور فکر ومعیار کی کشمکش اور آویزش سے پیدا ہونے والا تھا، قدیم وجدید طبقوں کے درمیان جو خلیج حائل ہو گئی تھی اور جو دن بدن وسیع ہوتی جا رہی تھی اس کو پاٹنے کے لیے ایک معتدل ومتوازن فکر وتخیل کی انھوں نے ضرورت محسوس کی اور ندوۃ العلماء کا قیام عمل میں آیا، دونوں طبقوں کے درمیان حائل خلیج کو پاٹنے کے لیے ندوۃ العلماء نے ایسا اسلامی پود کی اسلامی اخلاق وآداب پر تربیت کرنے اور نوجوان نسل کو کتاب وسنت میں گہرائی وگیرائی، عربی ادب میں قدرت ومہارت اور بقدر ضرورت عصری علوم اور جدید افکار ونظریات سے واقفیت وآگاہی عطا کرنے کی بھرپور صلاحیت ہے۔

ندوۃ العلماء نے امت اسلامیہ کی مختلف متحارب جماعتوں اور فرقوں کو باہم متحد ومتفق ہو کر اور آپسی اختلافات وتنازعات کو بھلا کر اسلام دشمن طاقتوں کے مقابلہ کے لیے سینہ سپر ہونے کی دعوت دی، مدارس دینیہ کو نصاب تعلیم میں ضروری ترمیم واصلاح اور اس میں بقدر ضرورت عصری مضامین کے اضافے اور یونانی منطق وفلسفے کے غیر ضروری حصے کو نصاب سے خارج کر دینے پر آمادہ کرنے کی کوشش کی۔

ندوۃ العلماء کی نمایاں خصوصیت جس میں اس کا کوئی شریک وسہیم نہیں عربی زبان وادب کو ایک زندہ زبان کی حیثیت سے نصاب میں شامل کرنا ہے، اس نے اپنے مختلف ادوار میں عرب ادباء کی خدمات حاصل کیں۔ متعدد طلبہ کو عرب ملکوں میں بھیجا، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ تھوڑے ہی عرصے میں قرآن وحدیث کی زبان میں اسلامی افکار کو طاقتور عربی عصری اسلوب میں پیش کرنے والے متعدد اہل قلم پیدا ہو گئے، ندوۃ العلماء کی یہ خصوصیت آج بھی اسے دوسرے اداروں سے ممتاز کرتی ہے، اس کے فضلاء آج پوری دنیا میں ادبی وفکری سرگرمیوں میں قائدانہ حصہ لے رہے ہیں، ندوی فضلاء ومفکرین کی [illegible] سے ہمیشہ دور رہے۔

اگر ندوۃ العلماء کے قیام کا یہی مقصد وپیغام ہے تو بلاشبہ شیخ ابوالحسن اس وقت اس کے سب سے بڑے نمائندہ اور ترجمان ہیں، موجودہ زمانے میں ہر چہار طرف سے دشمنوں نے اسلام پر اعتراضات وشبہات کے تیر برسائے، کسی نے اسلام کو آؤٹ آف ڈیٹ اور قیادت وسیادت کی صلاحیت سے محروم بتایا تو کسی نے کہا اسلام نے عورتوں پر ظلم کیا ہے۔ کسی نے اسلام کو ایک خونی مذہب کے روپ میں پیش کرنے کی کوشش کی تو کسی نے محسن انسانیت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کو تنقید کا نشانہ بنایا کسی نے ذخیرہ قرآن وحدیث کو مشکوک کرنے کی ناکام کوشش کی تو کسی نے تعدد ازدواج کو اپنا موضوع بنایا۔

شیخ ابوالحسن کی بصیرت افروز وانقلاب آفریں تحریروں میں ہر زہر کا تریاق موجود ہے، انھوں نے عالم اسلام کا ایک سرے سے دوسرے سرے تک کا دورہ کیا، قاہرہ، دمشق، مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ، بغداد، طہران، کابل، لبنان، اسپین (لندن وامریکہ) لاہور اور ڈھاکہ میں بڑے بڑے اجتماعات کو خطاب کیا انھیں یاد دلایا کہ دنیا کو تباہی وبربادی کی کگار سے ہٹا کر امن وسلامتی، صلح وآشتی اور خوشحالی وفارغ البالی کے راستے پر صرف وہی گامزن کر سکتے ہیں، یہ سوختہ جاں مسلمانوں کی کامیابی وکامرانی کے لیے ہر وقت بے کل وبے چین رہتا ہے، اسی بے تابی میں کبھی شہر کابل اور شہر یرموک کا رخ کرتا ہے اور کبھی مشرق وسطیٰ اور ہر اس جگہ کا جہاں مسلمان بستے ہیں، جہاں انسانیت دور حاضر کے ظلم واستبداد سے کراہ رہی ہوتی ہے، ان جگہوں میں بھی جاتا ہے جہاں سے یورپ کے فکری سوتے پھوٹتے ہیں، کئی سال ہوئے آکسفورڈ یونیورسٹی لندن میں اس کی سرپرستی میں اسلامک سینٹر کا قیام عمل میں آ چکا ہے۔

شیخ ابوالحسن نے عربوں کو ان کا وہ عظیم تاریخی رول یاد دلایا جو انھوں نے تاریخ انسانی میں ادا کیا ہے، طاقت ودولت کے ان خزانوں کی نشاندہی کی جو ان کے سینوں میں مدفون ہیں، قومیت عربیہ کی لعنت میں گرفتار عربوں کو بتایا کہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم عالم عربی کی جان اور اس کی عزت وافتخار کا عنوان ہیں اسلام

سے شیخ ندوی کو نہ شاہوں کا جاہ وجلال باز رکھ سکا، نہ سلاطین کی عنایت ونوازش، نہ عوام کا غیظ وغضب، انھوں نے داد وتحسین کی تمنا اور ملامت کی پرواہ کیے بغیر ہر جگہ پیغام حق سنایا، مسلمانوں کی کمزوریوں اور بیماریوں کی نشاندہی کی، حق گوئی وبیباکی اس مرد مجاہد کی سرشت ہے، اس نے عربوں سے صاف صاف کہا: آپ خالق کائنات کی جانب سے دنیا کے نگراں ومحتسب ہیں، لیکن اس عزت وافتخار اور اس اعزاز واکرام کے لیے ایمان واسلام شرط ہے، اس سے پہلے کہ یہ عظیم منصب آپ سے چھین کر کسی دوسری قوم کو دے دیا جائے یہ بات سمجھ لینی چاہیے کہ اللہ کی ذات عرب وعجم سے بے نیاز ومستغنی ہے، ناقدری کی صورت میں یہ نعمت آپ سے چھینی جاسکتی ہے، جس طرح کہ چھٹی صدی عیسوی میں تہذیب وتمدن، علم وفن اور دولت وثروت کے مالک بنی اسرائیل سے چھین کر جاہل، نادار اور غیر مہذب عربوں کو دے دی گئی۔ شیخ ابوالحسن نے اپنی تحریروں اور تقریروں سے عربوں کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا، انھوں نے انھیں اپنے کھوئے ہوئے مقام ومرتبہ کو دوبارہ حاصل کرنے کے لیے ابھارا۔

شیخ ابوالحسن نے فتنۂ قومیت عربیہ کا جس شد ومد سے رد کیا شاید ہی کسی دوسری چیز کا کیا ہو، اس فتنہ کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں:

اسلام کی دولت کے بغیر کیا عربوں کے لیے وہ عظیم تاریخی رول ادا کرنا ممکن تھا جو انھوں نے کیا، آسمانی پیغام ہدایت کے بغیر کیا روم وایران کو فتح کرنے کا تصور بھی کیا جاسکتا تھا، اونٹ کے چرانے والے کیا اپنی تہذیب، اپنا تمدن، اور اپنی زبان کو قرآن کے بغیر دنیا کی دوسری متمدن قوموں میں رائج کرسکتے تھے؟ کبھی نہیں ایک ہزار سال میں بھی نہیں کرسکتے تھے، اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی دعوت نہ ہوتی تو آج نہ شام کا کہیں تذکرہ ہوتا، نہ عراق کا کہیں ذکر ملتا، نہ مصر کا وجود ہوتا، نہ عالم عربی عالم عربی ہوتا، اور یہیں تک نہیں دنیا میں بھی تمدن وشائستگی، علم وفن، اور تہذیب وتمدن کی ترقی اس سطح پر نہ ہوتی، جس سطح پر آج ہے، اگر عرب قوموں اور حکومتوں میں کوئی دین اسلام سے مستغنی ہونا چاہتا ہے اور اپنا

پھیرتا ہے یا عرب کے عہد قدیم کی طرف حریصانہ نظر ڈالتا ہے یا اپنے نظام زندگی اور سیاست وحکومت میں مغربی دستور اور مغربی قوانین کی پیروی کرتا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا قائد، اپنا رہبر، اسوہ اور معیار نہیں سمجھتا ہے تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عطا کی ہوئی نعمت کو فوراً واپس کردے، اور اپنے پہلے دور جاہلیت کی طرف لوٹ جائے جہاں جہل وگمراہی تھی جہاں فقر وفاقہ تھا، جہاں غفلت وبیکاری تھی، جہاں دنیا سے الگ تھلگ گوشۂ گمنامی میں ایک مجہول زندگی گزاری جارہی تھی، اس لیے کہ یہ شاندار اور روشن تاریخ، یہ تابناک تہذیب، یہ بازار، ... یہ کتب خانے، یہ حکومتیں، یہ سلطنتیں صرف اسلام کا فیض اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اور آمد کا نتیجہ ہے۔

اسی جوش، اسی قوت اور اسی روانی سے شیخ مزید یہ کہتے ہیں۔ جب ہم دیکھتے ہیں کہ آج کل بعض عرب ملکوں میں قومیت عربیہ کی دعوت دی جارہی ہے، سرکاری سطح پر اس کی تشہیر ہورہی ہے، اسے ایک دین، ایک مذہب اور ایک نظریے کی حیثیت سے پیش کیا جارہا ہے، تو شدت غم سے دل ... ٹکڑے ٹکڑے ہوجاتا ہے، یہ ایک خطرناک اور منظم سازش ہے، سید العرب والعجم محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم سے عربوں کے ربط وتعلق کو ختم کرنے کی اور مسلمانوں کے اتحاد واتفاق کو پارہ پارہ کرنے کی جس کی بنیاد ایمان، اسلام اور خاتم الانبیاء محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ورسالت کے اقرار پر ہے، یہ ایک قومی جرم ہے جس کی نظیر پیش کرنے سے قومی جرائم کی تاریخ قاصر ہے، دنیا میں بہت سی تخریب پسند تحریکوں نے جنم لیا بعض دفعہ ان کی تخریب کاریوں سے دنیا کو شدید نقصان پہنچا، لیکن خدا نخواستہ یہ تحریک اگر کسی درجے میں بھی کامیاب ہوجاتی ہے تو اس کی ہلاکت خیزیوں اور تباہ کاریوں کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔

شیخ ندوی نے اس فتنۂ کبریٰ کی سنگینی، اس کے بھیانک نتائج اور اس سے عالم عربی کو پہنچنے والے نقصانات کی وضاحت کرتے ہوئے عربوں کو وہ معاہدہ یاد دلایا جو اسلام اور عربوں کے درمیان ہوا ہے، شیخ ندوی نے بتایا کہ آپ کی قسمت اسلام سے وابستہ ...

آپ کو نہ ماضی میں کبھی عزت وسربلندی اور کامیابی وکامرانی ملی ہے اور نہ مستقبل میں کبھی ملے گی۔

قومیت عربیہ شیخ ندوی کے ان سیکڑوں موضوعات میں سے ایک ہے جن کے لیے انھوں نے کتابیں لکھیں، اسفار کیے، ارباب حل وعقد کو خطوط لکھے

دوسرا مسئلہ جسے شیخ ندوی نے اپنی تقریر وتحریر کا موضوع بنایا قضیۂ فلسطین ہے، اس مسئلہ کا شیخ ندوی نے جس گہرائی وگیرائی اور ایمانی بصیرت سے جائزہ لیا اس کے حقیقی اسباب وعوامل سے بحث کی وہ انھیں کا حصہ ہے، ان کی زبان وقلم سے ان بعض حقائق کا بہت پہلے انکشاف ہوگیا تھا جن کی تصدیق بعد کے واقعات وحادثات نے کی۔

دوسرے قضیوں کی طرح اس قضیہ کا بھی انھوں نے قرآن وحدیث، قوانین فطرت، سنت خداوندی اور تاریخ اقوام عالم کی روشنی میں مطالعہ کیا، اور اسی کی روشنی میں اس کا حل پیش کیا، شیخ ندوی مسببات سے زیادہ اسباب اور واقعات سے زیادہ محرکات سے بحث کرتے ہیں، فلسطین کا المیہ ہو یا اندلس کے سقوط کا مسئلہ شیخ ندوی کے نزدیک ان کے اسباب ومحرکات خارجی سے زیادہ داخلی ہیں۔ جو چپکے چپکے ایک مدت سے اپنا کام کررہے تھے، عیش کوشی ولذت پرستی، دین وایمان کے تقاضوں کی ادائیگی میں غفلت وکوتاہی اور غیر اسلامی وغیر منطقی طرز زندگی اندر سے معاشرہ کو دیمک کی طرح چاٹ چاٹ کر کھوکھلا کرتا رہتا ہے، اس طرح کے جانکاہ قومی حادثات اسی وقت پیش آتے ہیں جب اندرونی خرابیوں کی وجہ سے معاشرہ کھوکھلا ہوچکا ہوتا ہے، فلسطینی جنگ میں مسلمانوں کی شکست کا سبب افرادی قوت کی کمی، اسلحوں کی عدم فراہمی آلات حرب وضرب کی کمیابی نہیں ہے، اس کی بنیادی وجہ ایمان ویقین کی کمزوری، احساس کمتری، خود اعتمادی وخودداری کا فقدان ہے، دشمنوں نے مسلمانوں کی طاقت وقوت کے سرچشمہ پر تاک کر حملہ کیا، ایمان ویقین کو شک وتذبذب، خودداری، ایمانی احساس برتری اور عالی حوصلگی کو احساس کمتری، شکست خوردگی اور پست ہمتی میں بدل دیا، مسلمانوں ...

رکھنے والی ہر چیز کمتر اور مغرب اور مغرب سے تعلق رکھنے والی ہر چیز بہتر اور افضل ہوگئی، آج اسلامی ممالک میں مادہ پرستی پوری شان کے ساتھ دیکھنے میں آتی ہے، مغربی علوم اور تہذیب کے اثر سے آخرت اور حساب وکتاب کا خیال کمزور ہوگیا، دنیا کی اہمیت اور کشش بڑھ گئی، مادی قوموں کی تقلید میں ظاہری نمائش اور کھوکھلے مظاہر کی گرویدگی، انسانوں کی بندگی، قوت ودولت کے سامنے سرافگندگی، اور شاہ پرستی میں کبھی کبھی یہ موحد اور جفاکش قوم دوسری قوموں سے بھی آگے بڑھ جاتی ہے۔

آج امت کا بڑا طبقہ ایسا ہے جس کا ذہن ودماغ روشن لیکن روح تاریک اور ایمان ویقین کمزور ہے، یہ طبقہ اصول واخلاق پر فوائد اور مصلحتوں کو ترجیح دیتا ہے، اعزاز وفخر وجاہ کے حصول کی خاطر یہ اپنی قوم، اپنے ملک اور اپنے دین وایمان تک کا سودا کرسکتا ہے۔

یہ ہیں شیخ ندوی کے نزدیک مسلمانوں کے مسائل ومشکلات کے حقیقی اسباب۔

شیخ ندوی کے نزدیک عالم اسلام کے مسائل کا واحد حل یہ ہے کہ ایمان ویقین کے ساتھ وہ اپنے اقوال وافعال، تجارت وصنعت، حرفت وتعلیم اور سیاست وحکومت میں پورے طور پر آزاد اور خودکفیل ہوجائے، کسی بھی میدان میں وہ غیر کا دست نگر اور مغرب کا پروردہ، رحمت اور نمک خوار نہ رہے، دوسروں کی امداد اور قرضوں پر بھروسہ کرنے کے بجائے اپنے ذرائع ووسائل اور اپنی قوت بازو پر بھروسہ کرے۔

شیخ ندوی کے نزدیک عالم اسلام کی شکست خوردگی وپژمردگی کے تین اسباب ہیں: ۱۔ مغربی تہذیب: ۲۔ عیش وتنعم: مغربی تہذیب اور مال ودولت کے سیلاب نے اس جفاکش امت کی فوجی خصوصیات وامتیازات کو ضائع کردیا، شہسواری، عربی غیرت وحمیت اور مصائب کو برداشت کرنے کی قوت وصلاحیت اور آزمائشوں میں ثبات واستقامت جیسی اعلیٰ صفات کو سخت نقصان پہنچایا۔ ۳۔ وطنیت وقومیت بے دین، ایمان اور عقیدہ کے بجائے لوگ اب وطنیت اور قومیت پر جان دے رہے ہیں، اس صنم اکبر نے اسلام اور مسلمانان عالم سے عربوں کے ...

گھروندوں میں محدود کردیا۔

شیخ ندوی کا تیسرا اہم موضوع مغربی تہذیب ہے، کیونکہ ان کے نزدیک دنیا کی تباہی وبربادی کی اصل ذمہ دار یہی تہذیب ہے۔

یہ ہے شیخ ندوی کے نزدیک موجودہ اسلامی معاشرہ کی حقیقی صورت حال جسے بدلنے کے لیے نصف صدی سے وہ جد وجہد کررہے ہیں۔

شیخ ندوی نے قادیانیت سے بھی عالم اسلام کو آگاہ کیا کہ یہ ختم نبوت اور اسلام کو بیخ وبن سے اکھاڑنے کی ایک خطرناک سازش ہے۔

شیخ ندوی کی کتاب زندگی کا نامہ اور اسلام اور مسلمانوں کی خدمات سے روشن وتابندہ ہے۔ اس مختصر سے مضمون میں ظاہر ہے چند صفحے ہی پیش کیے جاسکتے تھے۔

شیخ ندوی کا اشہب قلم نصف صدی سے مصروف جہاد ہے اس طویل مدت میں اسلام اور مسلمانوں سے متعلق جتنے قضیے پیدا ہوئے شریعت اسلامیہ پر جتنے اعتراضات کیے گئے اور فکر اسلامی کے بارے میں جتنے شکوک وشبہات ظاہر کیے گئے ہر ایک کے بارے میں انھوں نے لکھا اور کتاب وسنت کی روشنی میں اس کا حل پیش کیا، خون جگر سے سیرت نبوی تصنیف کرکے امت اسلامیہ کو ایسا دستور حیات دیا جس پر عمل پیرا ہوکر وہ دنیا وآخرت میں کامیاب وکامران ہوسکتی ہے۔

دعا ہے کہ اللہ شیخ کی عمر میں برکت دے، صحت وعافیت بخشے اور مسلمانوں کی جانب سے انھیں بہترین بدلہ دے (آمین)۔

حق وانصاف کی اعلیٰ مثال

پروفیسر محمد اجتباء ندوی
صدر شعبۂ عربی وفارسی الٰہ آباد یونیورسٹی

افریقہ کا عظیم المرتبت بادشاہ ابراہیم بن اغلب معمول کے مطابق جمعرات کی صبح تخت شاہی پر جلوہ افروز ہے دستور کے مطابق اس کے قریب ہی قاضی القضاۃ اور دینی امور کے ذمہ دار شیخ عبداللہ بن غانم تشریف فرما ہیں تاکہ وہ بادشاہ کو مشورہ اور عدالتی ودینی امور میں ہدایت دے سکیں، حکومت کے بڑے سرکاری عہدہ دار، حکام، گورنر اور باہر سے آئے ہوئے قاصد وفرستادے اور فوجی سربراہان داہنے بائیں اپنی اپنی نشستوں پر بیٹھے ہوئے ہیں، شاہ ابراہیم نے حکومت کے متعلق مسائل، باہر سے آنے والی خبروں، پیغامات، مراسلوں اور ملک سے متعلق جملہ رپورٹوں کے جائزوں اور تبادلۂ خیال سے فارغ ہوکر دواخانہ کے انچارج ابوالفرج صقلی کو طلب کیا اور کہا کہ ہندوستان سے منگائی گئی دوائیں سرکاری ذمہ دار افروں اور حکام کے سامنے پیش کریں۔

قیروان کے فرستادہ وفد کے سربراہ رباح بن عمران کو بھی بلایا تاکہ وہ ہر دوا کی تاثیر، خصوصیت اور اقسام کی تفصیلات بیان کریں، رباح بن عمران نے دو گھنٹے تک ان دواؤں کی خصوصیات بیان کرنے کے بعد ایک شیشی اٹھائی اور بتایا کہ یہ ہندوستان کے جنگلوں کے خطرناک سانپوں سے نکالا ہوا زہر ہے اس کا ایک قطرہ قوی ہیکل ہاتھی کو موت کی نیند سلادے گا۔ قاضی ابن غانم نے اس شیشی کی قیمت دریافت کی تو رباح نے بتایا کہ اس کی قیمت پانچ سو سنہرے دینار ہے۔ قاضی ابن غانم نے رباح کے ہاتھ سے وہ شیشی اس طرح لی کہ گویا وہ اسے دیکھنا چاہتے ہیں۔ بادشاہ ابراہیم نے اس کو پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا اور شاہی محلوں میں اس زہر کا پایا جانا ضروری سمجھا۔

قاضی صاحب نے انتہائی جرأت اور حق گوئی سے کام لیتے ہوئے کہا کہ مسلمان بیت المال کے مال کو اس طرح تباہ ہونے کی اجازت ہرگز نہ دیں گے حکومت کے مفادات کتنے ہی قیمتی ہوں ان کا تحفظ زہر اور دھوکہ سے قتل کے ذریعہ نہیں کیا جانا چاہیے۔

اس کے بعد زہر کی شیشی فرش پر پٹخ دی وہ ریزہ ریزہ ہوکر بکھر گئی، اور اس میں کا زہر بنفشی سنگ مرمر کے خوبصورت فرش پر بہہ گیا، یہ دیکھ کر بادشاہ کے چہرہ کا رنگ بدل گیا اور آثار یہ ظاہر ہو رہے تھے کہ وہ غصہ سے بپھر پڑے گا۔ لیکن اس نے غصہ ضبط کرکے حالات پر قابو پالیا، اور قاضی ابن غانم سے معذرت کرتے ہوئے کہا کہ ممکن ہے کہ حکومت کے کچھ رازوں کے تقاضہ کی بنا پر یہ زہر خریدا گیا ہو لیکن اس نے یہ ارادہ کررکھا تھا کہ خدا کی جانب سے حرام کی ہوئی جگہ پر اسے استعمال نہیں کرے گا۔ بہرحال اب تو قصہ ختم ہوگیا اور فوراً ہی نشست برخواست کرنے کا حکم صادر فرمادیا۔

لوگوں نے بادشاہ کے چہرہ سے غصہ، غم اور جھنجھلاہٹ محسوس کی اور خوف وہراس کی فضا میں واپس لوٹے، قاضی صاحب نے اپنی سواری منگائی اور بڑے اطمینان سے رقادہ سے قیروان روانہ ہوگئے، قاضی ابن غانم نماز عشاء سے قبل اپنے دولتکدہ پر علماء، صلحاء اور ہم نشینوں میں بیٹھے ہوئے ایک قاری سے کلام پاک کی تلاوت سن رہے تھے کہ کسی کے زور زور سے دروازہ کھٹکھٹانے کی آواز سنی، خادم دہشت وخوف سے کانپتا ہوا گیا اور دروازہ کھولا، دیکھا تو بادشاہ کا سکریٹری کھڑا ہے اس نے کہا کہ بادشاہ سلامت نے جامع مسجد میں قاضی صاحب کو فوراً حاضر ہونے کا حکم دیا ہے۔ ساتھی اور ہم نشین یہ حکم سن کر پریشان ہوگئے اور خطرہ محسوس کیا کہ صبح کے اقدام کی سزا اس وقت رات میں سنائی جائے گی۔ ممکن ہے کہ جامع مسجد میں قاضی صاحب کی معزولی کا حکم سنایا جائے یا کوئی اس سے بڑی سزا کے احکام صادر کیے جائیں کیونکہ بادشاہ کی ناراضگی کا سب کو علم ہوچکا تھا، کچھ ہمنواؤں نے مشورہ دیا کہ قاضی صاحب بادشاہ کی خدمت میں ہرگز نہ جائیں بلکہ قبیلوں کی پناہ حاصل کرکے روپوش ہوجائیں، لیکن قاضی عبداللہ بن غانم نے کہا کہ انھیں ان اندیشوں کی کوئی پرواہ نہیں انھوں نے صبح کو جو کچھ کیا وہ صرف خدائے عز وجل کے حکم کی بجاآوری اور اخلاص وللٰہیت کی بنیاد پر کیا ہے، اس لئے انھیں نہ کوئی خوف ہے اور نہ خطرہ، اللہ تعالیٰ ناصر ومددگار ہے اور اس آیت کریمہ کی تلاوت فرمائی:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ تَنْصُرُوا اللَّهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ أَقْدَامَكُمْ

اے ایمان والو! اگر تم خدا سے تعاون کروگے تو وہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہیں ثابت قدمی عطا کرے گا۔

خدا تعالیٰ یقینی طور پر اپنا وعدہ پورا فرمائے گا۔ اس کے بعد قاضی صاحب نے اپنا جبہ پہنا، چھڑی لی اور خادم سے کہا کہ چراغ لے کر آگے آگے چلے، قاضی ابن غانم بڑی بے خوفی کے ساتھ بادشاہ کے حفاظتی دستوں، پہرہ داروں اور درباری لوگوں کے پاس سے گذرتے ہوئے جامع عقبہ بن نافع میں داخل ہوئے اور امام کے قریب پہونچ کر بیٹھنا چاہا تھا کہ بادشاہ نے آگے بڑھ کر گرم جوشی سے سلام کیا، قاضی صاحب کو حیرت ہوئی انھوں نے اسی گرم جوشی سے سلام کا جواب دیا اور پھر دو رکعت تحیۃ المسجد کی نیت باندھ لی، ابراہیم بن اغلب قاضی صاحب کی نماز سے فارغ ہونے کا انتظار کرنے لگا، نماز سے جیسے ہی قاضی صاحب فارغ ہوئے بادشاہ ان کے قریب آکر بیٹھ گیا اور معذرت کی کہ اس وقت زحمت دی پھر اس نے بیان کیا کہ: "میں عشاء کی نماز پڑھنے کے لئے مسجد میں داخل ہوا، تو اپنے آپ پر قابو نہ پاسکا اور گر پڑا، خیال آیا کہ مبادا لوگ میرے اس طرح اچانک گر پڑنے سے کہیں یہ نہ سوچیں کہ میں شراب کے نشہ کی وجہ سے لڑکھڑا کر گر پڑا ہوں تو میں نے سوچا کہ قاضی صاحب کے ذریعہ اس امر کی وضاحت کرادوں، اس وقت لوگ یقین کرلیں گے کہ میں نے شراب نہیں پی ہے۔"

اس کے بعد بادشاہ نے قاضی ابن غانم سے کہا کہ آپ اس طرح کارروائی کریں گویا کہ آپ عدالت میں تشریف فرما ہیں، تحقیق کریں اور فیصلہ کریں اگر میں قصوروار ٹھہروں تو مسجد سے مجھے نکالنے کا حکم دیں اور اگر میں بے قصور ٹھہروں تو میری برأت کا اعلان کردیں، پھر کہا کہ اے ابو عبدالرحمن! ہم نے صرف اس فیصلے کے لئے آپ کو زحمت دی ہے اور کوئی دوسری بات نہیں تھی، قاضی صاحب نے بادشاہ کو قریب آنے کا حکم دیا اور اس کے بعد باقاعدہ کارروائی شروع کی اور انھیں یقین ہوگیا کہ بادشاہ نے شراب نہیں پی ہے، تو آپ نے مجمع عام میں اس کا اعلان کیا اور بادشاہ کے لئے صلاح وتقویٰ اور خدا کی جانب سے نصرت ومدد کے لیے دعا کی، نماز کے بعد بادشاہ محل روانہ ہوگیا اور قاضی عبداللہ بن غانم اپنے گھر، وہاں لوگ ان کے منتظر تھے وہاں لوگوں کو پورا واقعہ بیان کرکے یقین دلایا اور کہا کہ بادشاہ نے اپنا غصہ ٹھنڈا کرنے کیلئے جامع مسجد میں نماز عشاء ادا کرنے کا عزم کیا، اور پھر مجھے بلا کر اپنی جانب سے بدگمانی کو دور کرایا۔

(باقی … پر)

حسد وہ آگ ہے جو نیکیوں کو کھا جاتی ہے

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ

حضرت قطب ربانیؒ نے ارشاد فرمایا: اے مسلمان تجھے اللہ اس کے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور کتاب اللہ پر ایمان و یقین کا دم بھرتے ہوئے پھر کسی دوسرے مسلمان پر حسد کرتے ہوئے دیکھ کر مجھے نہایت رنج و افسوس ہوتا ہے اور میں یقین کرنے لگتا ہوں کہ تیرا ایمان بالکل ضعیف اور کمزور توکل ہے، تو اس کی خوشحالی و فارغ البالی کو برداشت نہیں کرسکتا، تو اس کے عمدہ لباس عمدہ خوراک، نکاح اور اہل و عیال کو دیکھ کر جلتا ہے۔ اور اپنی کمینگی اور پست حوصلگی اور تنگ ظرفی سے یہ خواہش رکھتا ہے کہ وہ تمام نعمتیں اس سے زائل ہوجائیں جو اس کے خالق و رازق نے اسے عطا فرما رکھی ہے، بالفاظ دیگر تو خدا کی خدائی، اس کی تقسیم رزق اور اس کی مشیت و اختیار میں دخل دینا چاہتا ہے جو صریحاً معزہے اور اپنے فاعل کیلئے وجہ ذلت و بربادی ہے۔

یاد رکھ کہ اللہ تعالیٰ کے اختیارات تیرے اختیارات نہیں ہوسکتے اور اس کے تصرفات تیرے تصرفات نہیں بن سکتے۔ اللہ تعالیٰ ایک شخص کو جو کچھ دیتا ہے یا دینا چاہتا ہے کیا تو اپنے جذبہ حسد کے تحت اللہ تعالیٰ سے مقابل اگر یہ خواہش رکھے گا کہ وہ نعمتیں اور وہ چیزیں اللہ اسے نہ دے، کیا صریحاً مشیت ایزدی اور فیصلۂ خداوندی کا مقابلہ نہیں، اگر ہے اور یقیناً ہے تو یہ سمجھ لے کہ تو کس قدر ذلیل و خوار اور تباہ و برباد ہوگا۔ حسد ایک ایسی ملعون و مقہور چیز ہے جو تیرے ایمان کو کھوکھلا کردیتی ہے، تجھے اپنے مولیٰ کے رحم و التفات سے گرادیتی ہے اور اللہ تعالیٰ کو تیرا دشمن و مخالف بنادیتی ہے۔ قرآن حکیم میں حضرت یوسفؑ اور برادران یوسفؑ کا جو قصہ مذکور ہے اس کے مقصد و معانی پر ذرا غور کرو، برادران یوسفؑ اپنی انتہائی کمینہ سازشوں، بدخواہیوں اور دشمنانہ ریشہ دوانیوں کے باوجود اس بلند رتبہ اور ان فقید المثال نعمتوں سے حضرت یوسف کو محروم نہ کرسکے جو اللہ تعالیٰ نے اپنی مشیت میں ان کے لئے مقدور و معین کر رکھی تھیں۔ اور پھر نتیجہ کار وہ سب کے سب خود کس قدر نادم و ذلیل ہوئے۔ جب مصر میں بر سر حکم و اقتدار یوسفؑ کے سامنے سجدہ ریز ہوکر انہیں تسلیم کرنا پڑا کہ اللہ کی قسم! اس نے بلاشبہ تجھے ہم پر فضیلت و برتری عطا فرمائی ہے۔ ہمارے ظلم اور زیادتیاں ہمیں معاف فرما۔ اسی طرح قرآن حکیم کی متعدد آیات میں حسد کی انتہائی مذمت پائی جاتی ہے نیز احادیث میں بھی پے در پے حسد کی مذمت فرمائی گئی ہے۔

اب یہ جرأت کس فرد مرتد کو ہوگی کہ اللہ تعالیٰ کے طے اور معین کردہ تقسیم رزق کے برخلاف محاذ باندھے اس کے مقابل و مبارز ہو، پس یاد رکھ کہ کسی پر حسد کرنا اپنی ذات پر ظلم کرنا ہے یہ بدترین قسم کی حماقت اور نارو ابخل ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ہم تو اپنے بندوں پر ظلم نہیں کرتے وہ اپنے حسد بداعمالیوں سے خود ہی اپنی ذات پر ظلم کرتے ہیں

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا حسد مسلمان کی نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جس طرح آگ لکڑی کو کھا جاتی ہے ایک اور جگہ حدیث قدسی کے ذریعہ ارشاد فرمایا اللہ تعالےٰ فرماتا ہے حسد کرنے والا میرے اور میری نعمت کے دشمن ہیں حاسد اللہ کے دشمن اس طرح ہوئے کہ وہ اپنی مشیت کے تحت اپنے بندوں کو جو کچھ اور جتنا کچھ دینا چاہتا ہے وہ اس کی مخالفت کرتے ہیں، کلام اللہ کی یہ آیات کیا بیان کر رہی ہیں ہم نے حیات دنیوی میں اپنے بندوں کے رزق و معیشت کو خود تقسیم کر دیا ہے،

نیز فرمایا میرے احکام اور فیصلے نہیں بدلتے اور نہ ہی میں اپنے بندوں پر ذرہ برابر ظلم کرتا ہوں پس میں تجھے تیری سلامتی اور فلاح و بہبود کے لئے تاکید کرتا ہوں کہ کسی بھی مسلمان بھائی کی خوشحالی و فارغ البالی کو دیکھ کر ہرگز حسد نہ کر بلکہ اس کی تونگری و خوشحالی اور ترقی و کامیابی دیکھ کر مسرور و مطمئن ہو اور نہایت فراخدلی کے ساتھ اسے مبارکباد دے، اور اس طرز عمل سے اللہ تعالیٰ بھی تجھ سے رضا مند ہوگا اور اپنی گوناگوں نعمتیں تجھ پر وسیع و لبسیط کردے گا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمھیں حسد جیسی مذموم و مقہور چیز سے محفوظ رکھے، اور اپنی نعمتوں پر حمد و شکر کی توفیق عطا فرمائے (آمین)

میں اس ضمن میں یہ تلقین بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ تو اپنی ذات پر حسد نہ کر، اپنی ذات پر حسد کرنے کے یہ معنی ہیں کہ تجھے رازق نے اپنے فضل و کرم سے جو نعمتیں عطا فرما رکھی ہیں تو ان کے استعمال میں بخل سے کام لے اور دولت بالکل خرچ کرنا نہ چاہے مثلاً روپیہ بچانے کے لئے نہ تو عمدہ لباس پہنے نہ اچھا کھانا کھائے نہ معیاری رہائش اختیار کرے اور نہ اپنے بیوی بچوں کی آسائش پر روپیہ خرچ کرے، یہ طریق عمل اپنی ذات پر حسد و ظلم کرنا ہے اور اللہ کی نعمتوں کی ناقدری اور ناشکری ہے۔ نعمتوں کا عملی تطریہ یہ ہے کہ انھیں چھپانے کے بجائے ظاہر کیا جائے اور انھیں فیاضی سے استعمال میں لاکر داد رزق دی جائے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول برحق کو فرمایا اپنے پروردگار کی نعمتوں کا اظہار کیجئے، انھیں استعمال میں لائیے، اور انھیں لوگوں کے سامنے بیان فرمائیے، اللہ تعالیٰ ہمیں شکر نعمت کی زبانی و عملی توفیق عطا فرمائے (آمین)

فتوح الغیب

ایسے لوگ جنتی ہیں

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابھی تمہارے سامنے ایک شخص آنے والا ہے جو اہل جنت میں سے ہے اتنے میں ایک انصاریؓ تشریف لائے ان کی داڑھی سے تازہ وضو کے قطرات ٹپک رہے تھے اور ان کے بائیں ہاتھ میں نعلین تھے دوسرے دن بھی یہی واقعہ پیش آیا اور وہی انصاریؓ اسی حالت میں سامنے آئے تیسرے دن پھر یہی واقعہ پیش آیا اور وہی انصاریؓ مذکورہ حالت میں داخل ہوئے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجلس سے اٹھ گئے تو حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ ان کے پیچھے ہولیے اور ان سے کہا کہ میں نے کسی جھگڑے میں قسم کھالی ہے کہ میں تین دن تک اپنے گھر نہ جاؤں گا اگر آپ مناسب سمجھیں تو تین دن مجھے اپنے یہاں رہنے کی جگہ دیدیں۔ انھوں نے منظور کرلیا حضرت عبداللہؓ نے تین راتیں ان کے ساتھ گذاریں تو دیکھا کہ وہ رات کو تہجد کیلیے نہیں اٹھتے البتہ جب سونے کیلیے بستر پر جاتے ہیں تو کچھ اللہ کا ذکر کرتے ہیں پھر صبح کی نماز کیلیے اٹھ جاتے ہیں، البتہ اس پوری مدت میں میں نے ان کی زبان سے کلمہ خیر ہی سنا جب تینوں دن گذر گئے اور قریب تھا کہ میرے دل میں ان کے عمل کی حقارت پیدا ہوجائے تو میں نے ان سے اپنا راز کھول دیا کہ ہمارے گھر کوئی جھگڑا نہیں تھا لیکن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تین دن تک یہ سنتا رہا کہ تمہارے پاس ایک ایسا شخص آنیوالا ہے جو جنتی ہے اور اسکے بعد تینوں دن آپ ہی آئے اس لیے میں نے چاہا کہ آپ کے ساتھ رہکر دیکھوں کہ آپ کے کس عمل نے آپ کو اس مرتبہ تک پہنچایا مگر عجیب بات ہے میں نے آپکو کوئی بڑا عمل کرتے نہیں دیکھا انھوں نے کہا کہ میرے پاس سوائے اس کے کوئی عمل نہیں ہے جو آپ نے دیکھا میں یہ سن کر واپس آنے لگا تو مجھے بلاکر کہا ہاں ایک بات ہے میں اپنے دل میں کسی مسلمان کی طرف سے کینہ اور برائی نہیں پاتا اور کسی ایسے شخص پر حسد نہیں کرتا جس کو اللہ تعالیٰ نے کوئی خیر کی چیز عطا کی ہو حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ نے کہا کہ بس یہی وہ صفت ہے جس نے آپ کو بلند مقام عطا کیا ہے۔ (عمل الیوم واللیلۃ امام نسائیؒ)

سمیہ کی طرح کتنی پیاسی روحیں بھٹک رہی ہیں

کیا ہم ان کی پیاس بجھانے کا کوئی سامان کرسکتے ہیں

بارٹن کیلی ایک سیدھی سادی اور نیک طبیعت لڑکی تھی۔ وہ امریکہ کے گمراہ معاشرہ میں خود کو الگ تھلگ محسوس کرتی تھی۔ جب بارٹن کیلی کی عمر تیرہ سال تھی اس وقت اس نے اپنی ماں سے کئی مرتبہ یہ بات کہی تھی کہ وہ بڑی ہونے کے بعد امریکہ میں نہیں رہے گی اس کی ماں اس کی وجہ پوچھتی تو کیلی کوئی واضح جواب نہیں دیتی تھی اور اور اتنا کہتی کہ اس کو صرف اندرونی طور پر اس بات کا احساس ہے کہ یہ معاشرہ اس کے لیے نہیں ہے۔

بارٹن کیلی بڑی پابندی سے گرجا گھر جاتی تھی۔ بائبل کا مطالعہ کرتی تھی اور بائبل پر لکچر بھی دیتی تھی۔

وہ گرجا گھروں اور دوسری تقریبات میں دعائیہ نغمے بھی گاتی تھی۔ کیلی کے والدین اپنی لڑکی کی مذہب پسندی پر بہت خوش تھے۔ وہ کہتے تھے کہ موجودہ امریکی ماحول میں جہاں نوعمر لڑکے اور لڑکیاں جنسی آوارگی اور منشیات کے استعمال میں ڈوبے ہوئے ہیں وہاں ایک لڑکی ایسی بھی ہے جو خود کو اس گندگی سے الگ رکھے ہوئے ہے اور وہ ان کی بیٹی ہے۔ بارٹن کیلی نے کبھی شراب کا ایک گھونٹ بھی نہیں پیا تھا حالانکہ شراب کا دریا اس کے چاروں طرف بہہ رہا تھا۔ منشیات کے استعمال کا تصور تو اس کے ذہن کے کسی کونے میں کبھی پیدا ہی نہیں ہوا تھا۔ وہ اپنے عیسائی مذہب پر بڑی سختی سے کاربند تھی تو اس کے ذہن میں امریکی معاشرہ کی بہت سی باتوں کے خلاف سوالات ابھرنے شروع ہوئے۔ وہ اکثر یہ سوال کرتی تھی کہ امریکی معاشرہ میں ایسی باتوں پر کھلم کھلا کیوں عمل ہو رہا ہے جو بائبل کی تعلیمات کے سراسر منافی ہیں۔ اس نے جب اپنے والدین اور پادریوں سے اس بارے میں سوالات کیے تو وہ ان کا جواب نہیں دے سکے اور انھوں نے کہا کہ بائبل کی تعلیمات کے برعکس امریکی معاشرہ میں جو کچھ ہو رہا ہے وہ وقت کی تبدیلی کی وجہ سے ہے۔ آج کل حالات ماضی کے حالات سے بہت مختلف ہیں۔

بارٹن نے خود سے یہ سوال کرنا شروع کردیا کہ کیا ایسا مذہب سچا مذہب ہوسکتا ہے جو حالات کو بدلنے کے بجائے خود حالات کے ساتھ بدل جائے۔ وہ اس سوال پر بحث کرتی تھی۔ لیکن ان بحثوں کا کوئی اطمینان بخش نتیجہ برآمد نہیں ہوا اور بارٹن کیلی کی بے چینی میں اضافہ ہوتا گیا۔ اپنے سوالات کا جواب معلوم کرنے کے لیے اس کی جدوجہد جاری رہی۔ اس کو یقین تھا کہ ایک نہ ایک روز اس کو اپنے سوالات کا جواب ضرور ملے گا۔

جب بارٹن کیلی یونیورسٹی میں داخل ہوئی تو اس کے سوالات کا جواب اس وقت تک نہیں ملا تھا۔ اس کی بے چینی میں بہت اضافہ ہوگیا تھا اور اس نے خود کو یہ کہہ کر اپنے خدا کے حوالے کردیا تھا کہ وہ اس کو روشنی دکھائے۔ اسی دوران ایک روز بارٹن کیلی یونیورسٹی لائبریری میں اخبارات کا مطالعہ کر رہی تھی تو اس کی نظر ایک اخبار میں شائع شدہ ایک مضمون پر جاکر رک گئی۔ مضمون کا تعلق رمضان اور روزہ سے تھا۔ بارٹن کیلی نے اسلام اور مسلمانوں کے بارے میں کبھی کوئی مطالعہ نہیں کیا تھا۔ اسلام کے بارے میں اس کی کوئی رائے نہیں تھی اور امریکی میڈیا کے پروپیگنڈہ کی وجہ سے ایک عام مسلمان کے بارے میں اس کے ذہن میں مسلمانوں کا جو تصور پیدا ہوا تھا۔ وہ یہ تھا کہ ہر مسلمان دہشت پسند ہوتا ہے۔ رمضان اور روزہ کے بارے میں مضمون پڑھنے کے بعد بارٹن کیلی کے ذہن میں اسلام کے بارے میں کچھ اور معلومات حاصل کرنے کا شوق پیدا ہوا۔ وہ یونیورسٹی لائبریری میں کافی تلاش کے بعد اسلام کے بارے میں دو کتابیں حاصل کرنے میں کامیاب ہوگئی۔ دونوں کتابیں عیسائیوں کی تحریر کردہ تھیں اور دونوں میں اسلام کے خلاف نفرت کا پرچار تھا۔ لیکن بارٹن کیلی ایک تعلیم یافتہ اور ذہین لڑکی تھی۔ اس نے ان مصنفین کی رائے کو نظرانداز کرکے ان باتوں پر غور کرنا شروع کردیا جن پر وہ تنقید اور حملے کر رہے تھے۔ بعد میں بارٹن کیلی نے اسلام کے بارے میں کچھ اور لٹریچر حاصل کرلیا اور اس کا مطالعہ کرنے کے بعد اس کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ یہی وہ منزل تو نہیں جس کی تلاش میں وہ برسوں سے بھٹک رہی ہے۔ کچھ مدت کے بعد کیلی کا خیال پختہ ہوگیا کہ اس کو جس منزل کی تلاش تھی وہ اسلام ہی ہے۔ اب اس کے سامنے یہ مسئلہ پیدا ہوا کہ اسلام کس طرح قبول کیا جاتا ہے۔ اس مسئلہ کے حل کے لیے وہ واشنگٹن میں سینٹ کے مقام پر واقع اسلامی مرکز پہنچی۔ اس نے پانچ صفحات پر مشتمل ایک سوال نامہ مرکز کے ایک ذمہ دار کے سامنے رکھا اور اس کا جواب مانگا۔ اس کا ایک اہم ترین سوال حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں تھا۔ کیلی کو جب معلوم ہوا کہ اسلام میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دوسرے انبیاء اور پیغمبروں کے برابر درجہ حاصل ہے تو اس کے دل کو بہت اطمینان حاصل ہوا۔ چند روز بعد بارٹن کیلی نے اسی اسلامی مرکز میں اسلام قبول کرلیا اور وہ بارٹن کیلی سے سمیہ بارٹن کیلی ہوگئی۔ اس نے اسلام قبول کیا تو چھٹی کی تعطیلات چل رہی تھیں۔ یونیورسٹی کی تعطیلات شروع ہونے پر وہ عیسائی تھی اور جب یونیورسٹی دوبارہ کھلی تو وہ مسلمان ہوچکی تھی۔ یونیورسٹی کے دوسرے طلبا کو جب بارٹن کیلی کے اسلام قبول کرنے کی خبر ملی تو یونیورسٹی میں سنسنی پھیل گئی۔ اس کا ساتر لباس دیکھ کر طلبا و طالبات کو شدید حیرت ہوا اور اس کا نماز پڑھنا تو ان کے لیے بالکل ہی ناقابل برداشت ہوگیا۔ سمیہ (بارٹن کیلی) ساتر لباس پہننے کے ساتھ ساتھ اپنا سر رومال سے ڈھک لیتی تھی۔ اس کو نیم برہنہ امریکی لباس کی جگہ ساتر لباس پہننے میں کوئی مشکل پیش نہیں آئی۔ کیونکہ وہ ساتر لباس کو اسلامی عقیدہ کا حصہ سمجھ کر قبول کرچکی تھی بطور مسلمان سمیہ پانچ برس تک امریکہ میں مقیم رہی۔ اس نے یہ مدت بہت مشکل حالات میں گزاری۔ اسلام قبول کرنے کی وجہ سے اس کے حلقۂ احباب نے اس کا بائیکاٹ کردیا۔ اور ساتر لباس کی وجہ سے اس کو ملازمت سے برطرف کردیا گیا۔ اتفاق سے سمیہ کی ملاقات ایک سعودی خاندان سے ہوگئی جو امریکہ آیا ہوا تھا۔ نومسلمہ سمیہ اور اس سعودی خاندان کے درمیان بہت جلد تعلقات استوار ہوگئے۔ اس خاندان کی ایک خاتون نے انگریزی زبان کا علم نہ رکھنے کے باوجود یہ اندازہ لگالیا کہ سمیہ کو بنیادی اسلامی تعلیمات کی سخت ضرورت ہے۔ اس خاتون نے اشاروں کی زبان سے سمیہ کو یہ بتایا کہ نماز کس طرح پڑھی جاتی ہے اور پردہ کس طرح کیا جاتا ہے اس خاتون نے سمیہ کو صحیح معنوں میں ایک مسلمان عورت بنایا اور سمیہ اس سعودی خاندان میں اس کے ایک فرد کی طرح گھل مل گئی۔ یہ سعودی خاندان سمیہ کے لیے ایک بڑا سہارا ثابت ہوا اور یہ سہارا ایک اسلام مخالف معاشرہ میں بہت ضروری تھا۔ ایک نومسلمہ تنہا اس معاشرہ میں اپنے مذہب کا دفاع نہیں کرسکتی تھی۔ بعد میں اس خاتون اور سمیہ کے درمیان تعلقات اور قربت میں اتنا اضافہ ہوگیا کہ اس خاتون نے سمیہ سے کہا کہ وہ اس کی بہو بن جائے اور اس کے ساتھ سعودی عرب چلے۔ سمیہ نے اس نیک دل خاتون کی یہ تجویز قبول کرلی۔ اور وہ آٹھ برسوں سے سعودی عرب میں مقیم ہے۔ اب وہ ایک بیوی ہی نہیں ماں بھی بن چکی ہے۔ وہ جدہ کے ایک اسکول میں شعبہ انگریزی کی انچارج ہے۔ وہ اسلام قبول کرنے والے غیر ملکیوں کو انگریزی میں ابتدائی تعلیم بھی دیتی ہے۔

کیا رائے ہے آزادیٔ نسواں کے داعیوں کی

ایک حالیہ جائزے کے مطابق امریکہ میں غیر شادی شدہ ماؤں کی تعداد ایک کروڑ دس لاکھ ہے۔ اس وقت امریکہ کی آبادی تقریباً تیس کروڑ ہے۔ اتنی آبادی والے ملک میں غیر شادی شدہ ماؤں کی یہ تعداد انتہائی زیادہ ہے اور اس بات کا ثبوت بھی ہے کہ جنسی آوارگی اور بے راہ روی نے امریکی معاشرہ کو کس اخلاقی پستی میں گرادیا ہے۔ امریکہ میں خاندان کا تصور ختم ہوگیا ہے۔ نوجوان لڑکے اور لڑکیاں شادی کے بغیر شوہر بیوی کی طرح زندگی گذار رہے ہیں۔ ہم جنس پرست مردوں اور عورتوں کی ایک بڑی تعداد وہاں موجود ہے اور اپنی ان شرمناک اور قبیح حرکات کا کھلے عام اعتراف کرتی ہے۔ ہم جنس پرستوں کے کلب اور ادارے قائم ہیں اور ان کے بہت سے جریدے بھی شائع ہوتے ہیں۔ منشیات کے استعمال، نائٹ کلبوں، جوئے خانوں اور جرائم پیشہ افراد کے منظم مافیا گروپوں کے وجود نے جنسی بے راہ روی کے ساتھ مل کر امریکی معاشرہ کو ایک ایسا معاشرہ بنادیا ہے جہاں اصلاح کی بہت کم گنجائش باقی رہ گئی ہے۔ لیکن اللہ کے کچھ نیک بندے اس امریکی معاشرہ میں پھیلی ہوئی تاریکی میں اسلام کی روشنی پھیلانے میں مصروف ہیں اور امریکیوں کو بتا رہے ہیں کہ ان کے مسائل کا حل اور ذہنی اور سماجی انتشار سے پیدا ہونے والے حالات کی کنجی اسلام ہے۔ وہاں کچھ ایسی پیاسی روحیں ہیں جو خود اسلام کے چشمۂ فیض تک کھنچی چلی آرہی ہیں ان کو کسی تعلیم یا رہنمائی کی ضرورت نہیں ہے۔

آکسفورڈ سینٹر برائے اسلامی مطالعات کے تعاون سے

ازبکستان میں امام بخاریؒ کی یادگار قائم ہوگی

سینٹر کے ٹرسٹی بورڈ کے جلسہ میں شرکت کے لیے حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ لکھنؤ سے ۸ ستمبر کو تشریف لے گئے ...... اور الحمد للہ ۲۰ ستمبر کو بعافیت واپس ہوئے۔ حضرت مولانا کے ساتھ مولانا سید محمد رابع صاحب بھی تھے ...... جناب محمد عثمان انجینئر صاحب مقیم جدہ کا بھی اکرام لندن اور پھر واپسی میں لکھنؤ تک حضرت مولانا مدظلہ کے ساتھ ...... رہے، جزاہ اللہ خیرا۔ (ادارہ)

حسین امین

حکومت ازبکستان سے ایک معاہدہ کے تحت امام المحدثین اور بعد کتاب اللہ اصح الکتب کے مرتب امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی شایان شان ایک یادگار قائم کرنے کے منصوبے کو آکسفورڈ سینٹر فار اسلامک اسٹڈیز عملی جامہ پہنائے گا، منصوبے پر عمل درآمد کی افتتاحی تقریب میں جو اس سال ہوگی سینٹر کا ایک وفد اپنے چیرمین مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کی قیادت میں شرکت کرنے جائے گا۔

یہاں لندن سے سینٹر کے دفتر سے موصول تفصیلات کے بموجب آکسفورڈ اسلامک سینٹر کے بورڈ آف ٹرسٹیز کے سالانہ اجلاس میں جو ۱۰ ستمبر ۱۹۹۲ء کو اس کے چیرمین مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کی صدارت میں ہوا، امام بخاری کی یادگار کے قیام سمیت دوسرے مختلف پروجیکٹوں پر غور ہوا اور ان پر عمل درآمد کی پیش رفت پر اطمینان کا اظہار کیا گیا۔ امام بخاری کی یادگار کے قیام کا منصوبہ امام بخاری کی آخری آرام گاہ سے متصل ان کی مسجد اور مدرسہ کے احیاء اور تعمیر پر مشتمل ہے امام بخاری کا مدرسہ تاریخی اہمیت کا حامل ہے جو اب ازسرنو قائم کیے جانے کا مستحق ہے، اس یادگار کی تعمیر کے لیے عالم اسلام کے بعض معیاری اور ممتاز نقشہ سازوں سے نقشہ تیار کرایا جارہا ہے۔

آکسفورڈ اسلامک سینٹر اس وقت منجملہ اور کاموں کے دو اہم پروجیکٹوں پر کام کررہا ہے ایک تو اسلامی تاریخی اٹلس کی تیاری اور دوسرے ایک جامع اور وسیع اسلامی تاریخ مرتب کرنے کا منصوبہ۔

بورڈ آف ٹرسٹیز کے جلسہ میں ان دونوں منصوبوں اور دیگر کاموں کے لیے اپنے ٹرسٹیوں میں سے کچھ ٹرسٹیوں کی ایک کمیٹی کی تشکیل بھی کی ہے تاکہ وہ کاموں کی رہنمائی اور نگرانی کرسکے یہ کمیٹی جن ممتاز شخصیتوں پر مشتمل ہے ان میں رابطہ عالم اسلامی کے سکریٹری جنرل اور عبدالعزیز یونیورسٹی کے سابق وائس چانسلر ڈاکٹر عبداللہ عمر نصیف برونائی مسلم اسٹیٹ کے وزیر تعلیم مسٹر عبدالعزیز، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے سابق وائس چانسلر پروفیسر ڈاکٹر خلیق احمد نظامی اور آکسفورڈ یونیورسٹی کے سینٹ کراس کالج کے ایک استاد شامل ہیں۔ بورڈ کے جلسہ میں جس کے بعد تمام ممبران سینٹر کی نئی مجوزہ عمارت کے لیے حاصل کردہ زمین بھی دیکھنے گئے۔ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی نے سینٹر کی ترقیات پر اظہار مسرت کیا اور اس سلسلہ میں انھوں نے سبھی ٹرسٹیوں کا نام بنام شکریہ ادا کیا۔ خاص طور سے بورڈ کے ڈپٹی چیرمین اور رابطہ عالم اسلامی کے سکریٹری جنرل ڈاکٹر عبداللہ عمر نصیف، ڈائرکٹر تیل کمپنی جدہ، شیخ خالد علی رضا، اور پروفیسر خلیق احمد نظامی کا ترقیات میں ان کی کاوشوں کے لیے شکریہ ادا کیا، مولانا نے بحیثیت بورڈ کے چیرمین ٹرسٹی بورڈ یونیورسٹی کے نمائندے اور مرٹن کالج کے استاد ڈاکٹر سی، ایس، جی فلپ کا خاص طور سے شکریہ ادا کیا جنھوں نے یونیورسٹی کے مرٹن کالج کی ایک وسیع قطعہ آراضی کو سینٹر کی عمارت کے لیے سینٹر کے ہاتھ فروخت کرنے پر آمادہ کرنے میں قابل قدر دلچسپی لی اور کامیابی حاصل کی، جلسہ میں سینٹر کے ڈائرکٹر فرحان نظامی نے سینٹر کی جس نے اپنے قیام کی مختصر مدت میں عالم اسلام کے ساتھ ساتھ مغربی علماء دنیا میں اچھا تعارف اور وقار حاصل کیا ہے، علمی کاموں کی رپورٹ بھی پیش کی انھوں نے سینٹر میں عملہ کی تفصیل بھی بیان کی جس میں ڈائرکٹر اور رجسٹرار کے علاوہ تکنیکی اور علمی اشخاص کی ایک معقول تعداد ہے اس سینٹر میں دارالعلوم ندوۃ العلماء کے نامزد کردہ ایک استاد مولانا محمد اکرم ندوی بھی ہیں جو علمی کاموں خاص طور سے مجمع اور اسلامی نقطہ نظر کے ہم آہنگ رکھنے میں تعاون دیتے ہیں، انھوں نے بعض کتابوں اور مضامین کا انگریزی اور عربی میں ترجمہ کیا ہے اور بعض کتابوں کی تحقیق و تعلیق کا کام کررہے ہیں۔

سینٹر

سینٹر کے قیام و ترقی میں اس کے ہندوستانی ارکان کا نمایاں حصہ رہا ہے جن کی خصوصی دلچسپی سے آکسفورڈ یونیورسٹی جیسے مؤقر مغربی تعلیمی ادارہ میں کام کرنے اور یونیورسٹی کی طرف سے اس کو تعاون ملنے کی خصوصیت حاصل ہوئی ہے، جس وقت برطانیہ کی وزیر اعظم مسز مارگریٹ تھیچر تھیں جو آکسفورڈ یونیورسٹی کی تعلیم یافتہ ہیں، آکسفورڈ یونیورسٹی کی اکیڈمک کونسل کا ایک جلسہ ہوا تھا جس کے ایجنڈے پر صرف دو باتیں تھیں ایک تو یہ کہ مسز تھیچر کو اعزازی ڈاکٹریٹ عطا کی جائے دوسرے یہ کہ آکسفورڈ اسلامک سینٹر کے لیے جگہ دی جائے، ان میں سے صرف ایک پر فیصلہ کرنا تھا چنانچہ کونسل نے سینٹر کے قیام کے لیے جگہ کی فراہمی کے سوال پر اکثریت دی تھی سینٹر کا ایک باقاعدہ ٹرسٹی بورڈ ہے جو سینٹر کے کاموں کی تعیین کرتا ہے اور اس پر نظر رکھتا ہے اس بورڈ میں عالم اسلام کی ممتاز اور اہل فکر شخصیات شامل ہیں جو تعلیم اور علم کے میدان میں نمایاں مقام رکھتی ہیں ان میں مولانا سید ابوالحسن علی ندوی، ڈاکٹر عبداللہ عمر نصیف، شیخ خالد رضا اور پروفیسر خلیق احمد نظامی کے علاوہ وائس چانسلر امام محمد بن سعود یونیورسٹی ریاض، ڈاکٹر عبداللہ بن عبدالمحسن ترکی، عالم اسلام کے ممتاز مصنف اور قطر یونیورسٹی میں اسلامیات فیکلٹی کے ڈین ڈاکٹر یوسف القرضاوی، کویت کی معروف اور ممتاز شخصیت شیخ عبدالعزیز علی المطوع، معروف عراقی فاضل احسان شفیق، آکسفورڈ یونیورسٹی کے دو فاضل استاد ڈاکٹر سی، ایس، جی فلپ، ڈاکٹر رچرڈ ریپ، صدر سینٹ کراس کالج و استاد ترکی تاریخ سابق صدر موڈلین کالج آکسفورڈ پروفیسر گرلیفین اور دارالعلوم ندوۃ العلماء کے شعبہ عربی ادب کے صدر مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی شامل ہیں۔

اس کے باوجود کہ سینٹر کو آکسفورڈ یونیورسٹی کا تعاون حاصل ہے لیکن وہ ایک آزاد ادارہ ہے اور اپنی مالیات اور پالیسی کے معاملہ میں خود مختار ہے، سینٹر کو سال گذشتہ کئی مسلم ممالک سے تحقیقاتی کاموں کے لیے وظیفے بھی ملے ہیں اور متعدد ملکوں سے مالی مدد بھی ملی ہے جن میں سر فہرست سعودی حکومت اور برونائی کی مسلم ریاست ہے۔

سال رواں دو اسکالر شپ حکومت ازبکستان نے اپنے ذمہ لیا ہے، ان میں ایک امام بخاریؒ پر کام کرنے کا اور دوسرا امام ترمذیؒ پر کام کرنے کا ہے۔ اور ایک اسکالر شپ کی ذمہ داری حکومت پاکستان نے لی ہے۔

مجوزہ پروجیکٹ

سینٹر کے ڈائرکٹر ڈاکٹر فرحان نظامی نے کچھ مدت قبل بتایا تھا کہ سینٹر کے اہم مقاصد میں مغربی دنیا کے اہل علم و اہل فکر حلقوں میں اسلام کا صحیح اور علمی تعارف کرانا، اور ایسا علمی و فکری لٹریچر تیار کرنا شامل ہے جو اسلام کے متعلق مغرب کی غلط فہمیوں کو دور کرنے میں مدد دے اور مغرب میں اسلامیات کے مطالعہ کی سہولت پیدا کرنا ہے سینٹر کی طرف سے انگریزی میں ایک ششماہی مجلہ رسالہ شائع ہوتا ہے اس کے ذریعہ بھی آکسفورڈ یونیورسٹی اور سینٹر کے درمیان علمی اور ادبی تعاون کو مدد ملتی ہے سینٹر ایک ایسا اسلامی تاریخی اٹلس تیار کررہا ہے جو عالم اسلام کے مختلف خطوں کا احاطہ کرے گا، یہ اٹلس سات جلدوں پر مشتمل ہوگا اس کے توسط سے مسلمانوں کے فکری، ثقافتی سماجی اور دیگر حالات و تغیرات کی تاریخ پیش کی جائے گی اس اٹلس کی پہلی جلد جنوبی ایشیاء (یعنی ہندوستان برصغیر) کے متعلق ہوگی اس کی تیاری کے مصارف میں نظام حیدرآباد ٹرسٹ اور امریکہ کے ایک مؤقر ٹرسٹ اور بعض دوسرے اداروں کی شرکت ہے

اس کام کو سینٹر کے علمی عملہ کے علاوہ عالم اسلام کے ممتاز اہل تحقیق میں تقسیم کیا گیا ہے مسلمانوں کی مختلف زبانوں کے مراجع جمع کیے جارہے ہیں اور ان میں متعلقہ مضامین کا ترجمہ ہو رہا ہے، توقع ہے کہ یہ پروجیکٹ تین برس میں مکمل ہوجائے گا۔

دوسرا پروجیکٹ ایک جامع وسیع اسلامی تاریخ سے متعلق ہے جو آغاز اسلام سے لے کر عہد جدید تک عالم اسلام کے مختلف منطقوں میں تقسیم ہوگی اور مسلمانوں کی علمی، فکری، ثقافتی، ادبی، سیاسی، دینی اور دیگر کئی پہلوؤں کے مفصل جائزے پر مشتمل ہوگی جو آٹھ دس جلدوں پر مشتمل ہوگی اس کے لیے عالم اسلام کے مختلف اہل علم میں کام کو تقسیم کیا گیا ہے جن میں برصغیر کے ملکی مؤرخین شامل ہیں۔

سینٹر کے دفتر کی اطلاع کے بموجب اٹلس اور تاریخ دونوں کی طباعت کی ذمہ داری اہم بین الاقوامی پریسوں نے لی ہے

باقی ص ۱۵ پر

عبرت آموز!

مولانا محبوب الرحمٰن ندوی ازہری

آج ۱۹ ستمبر ۹۲ء کے قومی آواز میں پہلے صفحہ پر سابق نائب صدر جمہوریہ ہدایت اللہ کا انتقال" کی خبر تفصیل سے پڑھی تو ذہن اس بات کی طرف متوجہ ہوا کہ ہمارے ملک میں نوجوانوں کا "معیار بلندی" ہم کو کس طرف لے جارہا ہے اور ان کی صحیح تربیت اور فکری نشوونما کیلئے مخلصین کو جد وجہد کی کتنی ضرورت ہے۔

جسد خاکی کو نذر آتش کرنے کی خواہش اور تمنا رکھنے والوں کی فہرست تو یقیناً نہیں بنائی جاسکتی پھر بھی میرے ناقص علم میں: ۱۔ عبدالمجید دلوائی ۲۔ کریم چھاگلا وزیر تعلیم حکومت ہند ۳۔ عصمت چغتائی معروف ادیبہ اور اب یہ چوتھے جسٹس ہدایت اللہ ہیں جن کا شمار مشہور و معروف، ممتاز اور مقتدر ہستیوں میں ہے، اور جن کو "چندن واڑی شمشان گھاٹ" پر نذر آتش کیا گیا۔ میرا اندازہ ہے کہ سابق تینوں شخصیتوں کو بھی اسی گھاٹ پر انجام کو پہونچایا گیا اس اعتبار سے "گھاٹ" نمایاں طور پر یادگاری حیثیت کا مالک ہے۔

یہاں قابل توجہ بات یہ ہے کہ چاروں شخصیتیں بظاہر بلند کرداری کی حامل ہیں، عبدالمجید دلوائی نے اسلامی تعلیمات کو مسخ کرکے حریت اور آزادی کے پس پردہ اسلام دشمنی کا مظاہرہ کیا۔ کریم چھاگلا وزیر تعلیم حکومت ہند تھے اور ان کے خاص رجحانات سے لوگ واقف ہیں، عصمت چغتائی نے ادب کے راستہ سے جو خاکے پیش کیے ہیں ان میں تو جنس کی دنیا کی ترجمانی کی ہے اور اس کا رخ زیادہ تر مسلمانوں ہی کی طرف ہے۔

جسٹس ہدایت اللہ نے اپنی پوری زندگی بظاہر قوم کی خدمت میں صرف کی اور مسلم و غیر مسلم اداروں کے سربراہ بھی رہے لیکن ان کی نجی زندگی اور خیالات پر ان کی اہلیہ مسز پشپا کا ٹھپہ معلوم ہوتا ہے۔ اس موقع پر اکبر اعظم خود بخود ذہن پر نمودار ہوتے ہیں جن کی بیوی جودھا بائی کی محبت نے "قشقہ و زنار وغیرہ" ان کا شعار قرار دے دیا تھا اور "دین الٰہی" کا موجد اور بانی بنایا۔

مذکورہ بالا چاروں اشخاص ہماری جدید تعلیم کے اعلیٰ سند یافتہ اور تربیت یافتہ ہیں، نہ صرف ہندوستان کی مشہور و معروف یونیورسٹیوں سے فارغ ہیں بلکہ بیرون ملک کی اعلیٰ یونیورسٹیوں میں بھی تربیت پاچکے ہیں اور قانون اور دستور کے ماہر ہیں۔ جس سے اس بات کی نشاندہی ہوتی ہے کہ عصری تعلیم ہمیں کہاں سے کہاں پہونچادیتی ہے۔ مجھے یاد آتا ہے کہ رابندر ناتھ ٹیگور کو سمندر پار اعلیٰ تعلیم کے لیے جانے کا موقع آیا تو ان کی والدہ نے سمندر پار جانے کی اجازت نہیں دی کیونکہ اس وقت عقیدہ تھا کہ سمندری سفر بے دینی ہے۔ ٹیگور نے اپنی والدہ کے احترام میں اس موقع کو گنوادیا اور ماں کی اطاعت کو مقدم رکھا۔ یہ پرانے زمانے کی بات ہے اب تو لوگ کوششیں کرتے ہیں اور جائز و ناجائز ذریعے اختیار کرتے ہیں کہ سمندر پار کی تعلیم حاصل کرکے بزعم خود بلندی کو پالیں اور وہاں سے لادینی افکار وخیالات ہی نہیں بلکہ دین دشمنی میں پختہ ہوکر واپسی پر دین دشمنی کی اہم خدمت پر مامور ہوجائیں اور دین دشمنی کا آخری اور بلند مرتبہ حاصل کریں کہ مرنے کے بعد ان کے جسد خاکی کو نذر آتش کیا جائے اول الذکر تین کے بارے میں تو اخبارات نے لکھا تھا کہ ان کی وصیت تھی آخری شخصیت کے بارے میں وصیت کا ذکر نہیں ہے۔ "فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِي الْأَبْصَارِ"

خدا کا شکر ہے کہ ہم میں ابھی اتنا دینی ذوق موجود ہے کہ ہم ان واقعات کو نفرت کی نظر سے دیکھتے ہیں اور اسی لیے توقع ہے کہ دینی تعلیم و تربیت کی طرف متوجہ ہوں اور مدارس و مکاتب کے لیے کوششیں کریں کہ ہمارے نونہال اسلامی تعلیمات سے باخبر رہیں اور ان کا انجام بخیر ہو توفیق ربانی ہمارے شامل حال رہے۔

بقیہ: حق و انصاف کی مثال

یہ صرف خدا کا کرم اور اسی کا فضل ہے، حق و انصاف کے اس [illegible] احترام کی برکت سے اغلبی بادشاہ کو افریقہ اور اس کے ملکوں میں بڑا عروج حاصل ہوا اور ان کے ذریعہ سے اسلام اور مسلمانوں کو بڑی ترقی و کامرانی حاصل [illegible]

تمام دنیا کے ہم ستائے کھڑے ہوئے ہیں سلام لے لو

حضرت قاری محمد طیب صاحبؒ (دیوبند)

نبی اکرمؐ شفیع اعظمؐ دکھے دلوں کا پیام لے لو
تمام دنیا کے ہم ستائے کھڑے ہوئے ہیں سلام لے لو

شکستہ کشتی ہے تیز دھارا نظر سے روپوش ہے کنارا
نہیں کوئی ناخدا ہمارا خبر تو عالی مقام لے لو

عجیب مشکل میں کارواں ہے نہ کوئی جادہ نہ پاسباں ہے
بشکل رہبر چھپے ہیں رہزن، اٹھو ذرا انتقام لے لو

قدم قدم پہ ہے خوف رہزن زمیں بھی دشمن فلک بھی دشمن
زمانہ ہم سے ہوا ہے بدظن، تمہیں محبت سے کام لے لو

کبھی تقاضا وفا کا ہم سے، کبھی مذاق جفا ہے ہم سے
تمام دنیا خفا ہے ہم سے خبر تو خیر الانام لے لو

یہ کیسی منزل پہ آگئے ہیں نہ کوئی اپنا نہ ہم کسی کے
تم اپنے دامن میں آج آقا تمام اپنے غلام لے لو

یہ دل میں ارماں ہے اپنے طیب مزار اقدس پہ جاکے اک دن
سناؤں ان کو میں حال دل کا کہوں میں ان سے سلام لے لو

بقیہ: درس حدیث

حدیث کا فقہی پہلو

۱۔ خدا پر ایمان ہی وہ بنیاد ہے جس پر شریعت کی عمارت کھڑی ہوتی ہے، اور شریعت اور استقامت دونوں ہی نتیجہ ہیں جو عقیدہ کے تابع ہیں، لہٰذا جو خدا پر ایمان تو لے آیا لیکن شریعت کو لغو سمجھا یا شریعت کو تو اپنایا لیکن عقیدہ کی طرف سے اہمال و لاپروائی برتی تو ایسا شخص ایمان پر قائم اور ثابت قدم نہیں کہلائے گا۔

۲۔ قاضی عیاضؒ نے اس حدیث کے بارے میں فرمایا کہ یہ حدیث پاک جوامع الکلم (یعنی الفاظ کم معانی زیادہ) میں سے ہے جو اللہ تعالیٰ کے قول "إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا" کے مطابق ہے یعنی خدا کو ایک تسلیم کیا اس پر ایمان لائے پھر اس پر جم گئے تو حد سے ذرا بھی نہیں ہٹے، اور تادم حیات اللہ تعالیٰ سبحانہ کی اطاعت پر قائم رہے۔

اسلام صرف الفاظ کا نام نہیں جس کو زبان سے ادا کردیا جائے بس اللہ تعالیٰ پر ایمان کوئی ایسی عبارت نہیں جس کو بولا اور کہا جائے آگے کچھ نہیں، بلکہ وہ ایک دستور زندگی ہے، اگر وہ صرف لفظ ہوتا تو یہ اسلام کا رکن اعظم نہ ہوتا، اس کا شمار اسلام کے ارکان میں نہ ہوتا۔

۲۔ اللہ تعالیٰ پر ایمان کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کے سوا کسی کو حاکم نہیں تسلیم کیا جاسکتا، غلبہ اور حکم اسی کے قانون کا ہوگا، صحیح راہ وہی ہے جو اس نے بتایا ہے "استقم" کا لفظ ان تمام باتوں پر مشتمل ہے جو ایمان کے بعد ایک بندۂ مؤمن پر عائد ہوجاتی ہیں۔

۳۔ بعض لوگوں نے کہا ہے کہ استقامت کی طاقت تو بڑے اور بزرگ لوگ ہی رکھتے ہیں۔

حالات حاضرہ سے حدیث کی تطبیق

[illegible]

عالمِ اسلام

وصاف عالم ندوی

سوا سی حکومتیں جو قتل و غارتگری کو روا رکھتی ہیں

حقوق انسانی کا محافظ تنظیم ایمنسٹی انٹرنیشنل نے اپنی ۱۹۹۲ء کی رپورٹ پیش کرتے ہوئے کہا باوجودیکہ ایسے ممالک کی کمی نہیں جن کو حقوق انسانی کے پاس و لحاظ کا دعوی ہے اس کے باوجود وہ اپنی امن فوج کو قتل و غارت گری، ایذا رسانی اور اغوا جیسے بھیانک جرائم کی چھوٹ دینے میں کچھ حرج محسوس نہیں کرتیں ان حکومتوں کا شیوا یہ ہے کیا تو وہ حقوق انسانی کی ان پامالیوں سے اغماض برتنے کی کوشش کرتی ہیں یا پھر کوئی فیصلہ کن کارروائی کے بجائے محض زبان سے حقوق انسانی کی دہائی ...... دے کر خاموش ہو جاتی ہیں۔

ایمنسٹی انٹرنیشنل (جس کا ہیڈ کوارٹر لندن میں واقع ہے) نے واضح الفاظ میں کہا ہے کہ حقوق انسانی کی پامالیاں اس وقت تک ختم نہیں ہوں گی جب تک کہ یہ قانون کے محافظ اور سرکاری قاتل اور بے پرواہ حکام اپنے احکامات بغیر کسی ادنی خوف کے صادر اور نافذ کرتے رہیں گے ــ اس رپورٹ میں مزید کہا گیا ہے کہ حقیقت یہ ہے کہ یہ حکومتیں انسانی حقوق کی پامالی کرنے والوں کو قرار واقعی سزا نہ دے کر حقوق انسانی کی اہانت کا مرتکب ہو رہی ہیں ــ یہ رپورٹ ۱۴۲ ملکوں پر مشتمل ہے جن میں ایک سو سے زائد ایسے ملک ہیں جو قیدیوں کے ساتھ بیجا ایذا رسانی کا مرتکب ہو رہی ہیں اور ۲۶ ایسے ممالک ہیں۔ جہاں سے قیدیوں کی بڑی تعداد لاپتہ ہو جایا کرتی ہے اور ۴۵ ممالک ایسے ہیں جہاں کسی جرم و سزا کے بغیر بے گناہوں کو تختہ دار پر چڑھا دیا جاتا ہے۔

رپورٹ کے آخر میں کہا گیا ہے کہ ان جرائم کے خلاف جب تک یہ تمام حکومتیں ملکر اس سلسلہ میں کوئی ٹھوس قدم نہیں اٹھاتیں اس وقت تک یہ نئے آئین و قوانین اور جاذب نظر اشتہارات زبانی جمع خرچ سے

دہلی کی نوخیز فقہ اکیڈمی کا ایک جرأت مندانہ اقدام

ماضی میں علماء ہند نے عالم اسلام خصوصاً فقہی میدان میں جو نمایاں خدمات انجام دی ہیں وہ عالم اسلام کے کسی صاحب نظر سے مخفی نہیں اور اس پر جس قدر مسرت کا اظہار کیا جائے کم ہے کہ ان کے اخلاف نے اس سلسلہ کو منقطع نہیں ہونے دیا بلکہ جاری رکھا ہے۔

ماضی قریب میں قاضی بہار و اڑیسہ جناب مولانا مجاہد الاسلام صاحب نے قضاء و افتاء کے میدان میں افراد سازی کے لیے دہلی میں فقہ اکیڈمی کے نام سے ایک ادارہ قائم کیا ہے۔ اکیڈمی نے فقہ اسلامی سے متعلق مختلف علمی و تحقیقی موضوعات و مسائل پر کام کرنے کے لیے ایک جامع دو سالہ کورس کی تشکیل کی ہے اور کام کرنے والوں کی یکسوئی بحال رکھنے کے لیے قیام و طعام کے ساتھ ساتھ معقول اسکالرشپ کی بھی ذمہ داری اپنے سر لی ہے۔

صدر "اکیڈمی فقہ اسلامی" جناب مجاہد الاسلام صاحب نے اس میں داخلہ لینے والوں کے سلسلہ میں وضاحت کرتے ہوئے کہا کہ خواہشمند حضرات اپنا مکمل پتہ اور اپنی علمی لیاقت سے متعلق جملہ کاغذات اکیڈمی کے پتہ پر ارسال کریں تاکہ داخلہ کی کارروائی ہو سکے کیونکہ داخلہ کی میعاد قریب باختتام ہے۔

فرانس کے شہر لیون میں ایک عظیم الشان مسجد کی تعمیر

فرانس کے شہر لیون (جو اپنی شہرت واہمیت اور آبادی کی کثرت میں ملک کا تیسرے نمبر کا شہر سمجھا جاتا ہے) میں خادم الحرمین الشریفین کے ساڑھے تین لاکھ ڈالر کے عطیہ سے مختلف ممالک کے سفراء کی موجودگی میں ایک عظیم الشان مسجد کا سنگ بنیاد رکھا گیا

زائد ہے ــ اس مسجد کے علاوہ جو مراکز خادم حرمین شریفین کے مصارف سے تعمیر ہوئے ہیں وہ مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) المرکز الاسلامی:۔ جو جنیوا میں قائم ہے مملکت عربیہ سعودیہ نے اس کے اخراجات کے لیے ۵۰۰ر۳۸۴ر۲۸ ریال بطور عطیہ پیش کیا تاکہ اس سے کچھ جائدادیں خرید کر اس کی آمدنی اس میں لگا سکیں۔

(۲) المرکز الاسلامی الثقافی:۔ جو برسلز میں قائم ہے اس کی تعمیر میں تقریباً ۱۹،۲۰۰،۰۰۰ ریال کا صرفہ آیا ہے۔

(۳) المرکز الاسلامی:۔ جو میڈرڈ میں قائم ہے اور اس کی تعمیر میں تقریباً ۳۷،۵۰۰،۰۰۰ ریال کا صرفہ آیا ہے۔

شاہ فہد اکیڈمی کا لائق تقلید کارنامہ

مدینہ منورہ میں قائم شاہ فہد اکیڈمی نے قرآن کی طباعت و اشاعت کے سلسلہ میں جو لائق احترام کردار ادا کر رہی ہے وہ قابل تقلید بھی ہے (اور موجودہ دور میں) بے نظیر بھی۔ اس اکیڈمی کا قیام ۱۴۰۵ھ میں ہوا ہے اور اس وقت سے لے کر اب تک ۶۰ ملین نسخے زیور طباعت سے آراستہ ہو کر عالم اسلامی کی مسجدوں اور مسلم اقلیت سے تعلق رکھنے والے ملکوں اور اطراف عالم سے آنے والے حرمین شریفین کی زیارت کرنے والوں کے درمیان تقسیم ہو چکے ہیں۔

حال میں قرآن کریم کے جو تراجم شائع ہونے والے ہیں وہ تقریباً ۹ زبانوں میں ہیں جن میں انگریزی، ترکستانی، روسی، جرمن، البانی، قوقازی، یوگوسلاوی، اٹلی، اردو لو (جو افریقہ میں کثیر القبائل زبان کی حیثیت رکھتی ہے) شامل ہیں یہ یاد رہے کہ اس سے قبل اکیڈمی میں جن زبانوں میں تراجم کا کام ہو چکا ہے وہ مندرجہ ذیل ہیں۔ چینی، تھائی لینڈی، بنگالی، ترکی، فارسی، فلپینی، ہرسا، یوربا، برتغالی

دنیا میں مسلم آبادی سے متعلق اقوام متحدہ کی تازہ ترین رپورٹ

اقوام متحدہ کے تازہ ترین اعداد و شمار (جس کو اس بین الاقوامی ادارہ میں بحال اور عالم اسلامی کے آبادیاتی کوائف سے باخبر کارکن ڈاکٹر عبد الرحیم عمران نے تیار کیا ہے) کی روشنی میں مسلم و غیر مسلم

دو سو ملین ہے اور ان میں کی اکثریت ایسے مسلم ملکوں میں آباد ہے جو تنظیم مؤتمر اسلامی کی رکنیت بھی رکھتے ہیں۔ اس کی بقیہ تعداد تقریباً ۳۰۰ سو ملین غیر مسلم ممالک میں ایک اقلیتی فرقہ کی شکل میں زندگی گذار رہی ہے اور شعائر اسلامی پر (تمام تر مخالفتوں کے علی الرغم) کاربند رہنے کے لیے پوری طرح کوشاں ہے۔

اس میں ۹۰ ملین ہندوستان اور ۸۰ ملین تعداد چین میں پائی جاتی ہے اس اعداد و شمار سے یہ حقیقت بھی سامنے آگئی کہ صرف ۴۴ ممالک ایسے ہیں جہاں اسلام کو دستوری حیثیت حاصل ہے۔

برطانیہ میں ایک عدالت عالیہ کے قیام کی تجویز

حال میں خبر ملی ہے کہ برطانیہ میں مراکز اسلامی کے ڈائرکٹروں پر مشتمل ایک کمیٹی (جس میں ممالک اسلامیہ کے سفراء بھی شامل ہیں) نے مسلمانوں پر شریعت اسلامیہ کے نفاذ اور نکاح و طلاق وراثت اور حضانت جیسے خالص مسلمانوں کے پرسنل مسائل میں برطانوی عدالت عالیہ کی رہنمائی کے لیے ایک اسلامی عدالت عالیہ کے قیام کی تجویز پاس کی ہے جس میں مختلف ملکوں اور دور دراز علاقوں میں قائم ذیلی کمیٹیوں کے تقریباً ۵۰ علماء کرام شامل ہیں۔

مغرب میں ایک جدید انسائیکلوپیڈیا کی تدوین کا منصوبہ

مراکش میں قائم علوم اسلامیہ کی محافظ اکیڈمی نے ایک جدید اسلامی انسائیکلوپیڈیا کی ترتیب کا منصوبہ بنایا ہے جو مذہب اسلام کے ہمہ جہت پہلوؤں سے بحث کرے خصوصاً اس کو تاریخی اور قانونی تہذیبی نقطہ نظر سے محققین و مصنفین کے لیے مرجع کی حیثیت حاصل ہو ــ یہ انسائیکلوپیڈیا تقریباً ۳۰ ضخیم جلدوں میں آسکے گی اور ہر جلد ایک ایک ہزار صفحات پر مشتمل ہوگی اس کی تکمیل کے بعد پھر اس کے تراجم مختلف بین الاقوامی زبانوں میں شائع کیے جائیں گے۔

ہندوستان آئینۂ ایام میں

ڈاکٹر محمد یونس نگرامی

ہندوستان کے مشہور و قدیم انگریزی روزنامہ پانیر کی ۹ ستمبر کی اشاعت میں ایک خبر کے مطابق وزیر اعلیٰ یوپی کلیان سنگھ نے گورکھپور میں تقریر کرتے ہوئے کہا ہے کہ "بعض چند ریاستوں میں بی جے پی کا برسر اقتدار آجانا کافی نہیں ہے۔" بی۔جے۔پی کی اس وقت یو۔پی، مدھیہ پردیش، ہماچل پردیش اور راجستھان میں حکومت قائم ہے۔" بلکہ اپنے افکار و خیالات کو عملی جامہ پہنانے کے لیے مرکز میں اس کا برسر اقتدار آنا ضروری ہے" اپنی پارٹی کے ممبروں کو خطاب کرتے ہوئے انھوں نے آگے کہا کہ دلی کا راستہ اتر پردیش سے ہو کر گذرتا ہے۔

بی۔جے۔پی کے وزیر اعلیٰ کلیان سنگھ نے مزید فرمایا کہ اس وقت ملک میں مختلف نظریات کے مابین ایک جنگ جاری ہے تو دوسری طرف کچھ لوگ سماجی انصاف کے نام پر ملک کو بانٹ دینا چاہتے ہیں جبکہ ہمارے لیے ملک اہمیت رکھتا ہے ہم رام مندر بنانا چاہتے ہیں دوسرے لوگ اس کی مخالفت کر رہے ہیں۔

مرکزی وزیر تعلیم جناب ارجن سنگھ نے کچھ دنوں پہلے کانپور کے ایک جلسہ میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ ملک میں جلد ہی ایک اردو یونیورسٹی قائم کردی جائے گی اس اعلان میں تبصرہ کرتے ہوئے جناب کے۔ آر چندن نے ایک مراسلہ لکھا ہے۔ جو پانیر کے ۹ ستمبر ۹۲ء کی اشاعت میں چھپا ہے مراسلہ نگار نے لکھا ہے۔

"ملک میں نصف درجن تعلیمی ادارے ایسے ہیں جن کا ذریعہ تعلیم اردو ہے ان میں عثمانیہ یونیورسٹی حیدرآباد، سری نگر یونیورسٹی کشمیر، جامعہ ملیہ اسلامیہ یونیورسٹی دلی، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ اور دار العلوم دیوبند سرفہرست ہیں پھر اس کے علاوہ اردو بہ حیثیت ایک مضمون کے ہندوستان کی سب ہی یونیورسٹیز میں پڑھائی جاتی ہے۔

مراسلہ نگار نے آگے لکھا ہے کہ ان کے خیال میں یہ اعلان شرارت پسندی کے ساتھ ساتھ خطرات سے بھی بھرا ہوا ہے کیونکہ پنڈت جواہر لال نہرو نے تلگو بولنے والوں کے مطالبہ پر لسانی بنیاد والے صوبہ کی تشکیل مان لی تھی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جب آندھرا پردیش، مدراس سے الگ ہوا تو پھر گجرات مہاراشٹر سے الگ ہوگیا، ہریانہ اور ہماچل پردیش پنجاب سے الگ ہوگیا اور آسام کی موجودہ حالت اسی لسانی پالیسی کا نتیجہ ہے۔ مراسلہ میں مزید کہا گیا ہے کہ لسانی بنیادوں پر صوبوں کی تشکیل نے ملک کے اتحاد کو پارہ پارہ کردیا ہے۔ ہم اگر ایک مرتبہ کسی بھی زبان کی یونیورسٹی قائم کرتے ہیں تو پھر ہم کو بارہ مزید یونیورسٹیوں کے قیام کے لیے تیار رہنا چاہیے اور یہ ساری کارروائی ہندی کے مفادات کو قربان کرکے کی جائے گی۔

اس موقع پر مراسلہ نگار نے سپریم کورٹ کا ایک فیصلہ نقل کیا ہے۔ جس میں کہا گیا ہے کہ اگر کوئی بھی ریاست ہندی کے خلاف جذبات کو ابھارتی ہے تو اس کا سر فوراً ہی کچل دینا چاہیے کیونکہ ایسی کارروائی ملک و قوم دشمنی کے مترادف ہے۔

مراسلہ نگار نے مزید لکھا ہے کہ بنگلہ دیش پاکستان سے صرف اس لیے الگ ہوا کہ بنگالیوں پر اردو لادی جا رہی تھی۔ پاکستان کے وزیر تعلیم سید مصطفی خان نے اعتراف کیا تھا کہ اردو نے پاکستان کو تباہ کر دیا ہے یہ زبان نو آبادیاتی نظام کی علامت ہے۔

مشہور انگریزی پندرہ روزہ فرنٹ لائن کی ۲۸ اگست ۹۲ء کی اشاعت میں ایک خط شائع ہوا ہے۔ جس میں کہا گیا ہے کہ رام جنم بھومی / بابری مسجد کے قضیہ کی وجہ سے اب تک جو فسادات ہوئے ہیں ان میں تین ہزار اشخاص قتل ہو چکے ہیں اور دس ہزار لوگ زخمی ہوئے ہیں۔

آر۔ ایس۔ ایس کے انگریزی ترجمان آرگنائزر نے اپنی ۱۳ ستمبر ۹۲ء کی اشاعت میں وزیر اعلیٰ یوپی کلیان سنگھ کا ایک خصوصی انٹرویو شائع کیا ہے جس کے بعض اجزاء حسب ذیل ہیں۔

اس سوال کے جواب میں کہ آپ کے نزدیک بابری مسجد کے مسئلہ کا حل کیا ہے؟ شری کلیان سنگھ نے کہا کہ باہمی رضامندی سے حل نکالا جا سکتا ہے بشرطیکہ اس کو ہندو مسلم کشمکش کی علامت نہ مانا جائے تاریخ نے ایک سنہرا موقع دیا ہے جس سے ہندو مسلم اتحاد کا ایک خوشگوار باب شروع کیا جا سکتا ہے۔ بظاہر اس مسئلہ کا حل یہ ہے کہ مسلمانوں کو آمادہ کیا جائے کہ وہ بابری مسجد کو ہندوؤں کے حوالہ کر دیں تو ہندو جواب میں کچھ فاصلہ پر ایک شاندار مسجد بنوا دیں گے۔ میں خود اس مسجد کی تعمیر میں اینٹوں کو اپنے سر پر ڈھوؤں گا۔

ایک دوسرے سوال کے جواب میں کہ جہاں عقائد کا ٹکراؤ ہو وہاں آپ کا یہ حل کس طرح قابل قبول ہو سکتا ہے۔ اس پر کلیان سنگھ نے کہا اس مسئلہ کو عقائد کا تصادم کہنا غلط ہے کیونکہ بابر ایک حملہ آور تھا وہ مسلمانوں کا مذہبی پیشوا نہیں تھا یہ مسئلہ قومی عزت و افتخار کا ہے اس لیے غلامی کی ہر علامت کو ہٹا دینا ہے۔ پھر شری رام جی نہ صرف ہندوؤں بلکہ تمام ہندوستانیوں کے قومی ہیرو ہیں۔ اس لیے بابری مسجد کا مسئلہ صرف قومی مسئلہ ہے اور اس کو جلد از جلد طے ہو جانا چاہیے۔

آرگنائزر کے اسی شمارہ میں شری لکشمن راؤ کا بھی ایک انٹرویو شائع ہوا ہے جو آر۔ایس۔ایس کی بیرونی شاخوں کے سربراہ ہیں آر۔ایس۔ایس کی تنظیم میں ان بیرونی شاخوں کا جو شعبہ ہے اس "وشو وبھاگ" کہا جاتا ہے اس سوال کے جواب میں کہ کیا ہندوستانی آر۔ایس۔ایس کی جو سرگرمیاں ہیں وہی سرگرمیاں دوسرے ممالک میں بھی ہیں یا ان میں کوئی فرق ہے اس کا جواب لکشمن راؤ نے اس طرح دیا کہ بیرونی ممالک میں بھی آر۔ایس۔ایس کا وہی کام ہے جو وہ ہندوستان میں انجام دے رہی ہے۔ ہمارے سوئم سیوک دنیا کے مختلف حصوں میں پھیلے ہوئے ہیں اور ان کا بنیادی کام یہ ہے کہ وہ ہندو سماج کی بھلائی کے لیے کام کرتے رہیں۔ بیرونی ممالک میں ہندوؤں کو جو بھی مشکلات پیش آتی ہیں ان کو ہمارے یہ ورکر حل کرتے ہیں اور وشو وبھاگ کا مقصد بھی یہی ہے

ایک دوسرے سوال کے جواب میں لکشمن راؤ نے بتلایا کہ آر۔ایس۔ایس کی ۷۴ ملکوں میں شاخائیں قائم ہیں اور سرگرم ہیں۔

ہفت روزہ "سنڈے" نے اپنی ۲۰ ستمبر کی اشاعت میں بھارتیہ جنتا پارٹی کے نائب صدر سندر سنگھ بھنڈاری کا ایک بیان شائع کیا ہے جس میں انھوں نے کہا ہے کہ آر۔ایس۔ایس اور آئی۔ایس۔ایس (اسلامک سیوک سنگھ) میں بنیادی فرق یہ ہے کہ آر۔ایس۔ایس وطن پرست جماعت ہے جبکہ اسلامی سیوک سنگھ وطن دشمن قوت اور جماعت کا نام ہے۔

سنڈے کے اسی شمارہ میں ایک خصوصی مضمون میں کہا گیا ہے کہ اٹل بہاری واجپائی یہ نہیں چاہتے ہیں کہ بھارتیہ جنتا پارٹی مسلم مخالف پارٹی مانی جائے اور ملک کی دیگر اقلیات اور سماج کے پچھڑے طبقات بھارتیہ جنتا پارٹی سے دوری محسوس کریں۔

بمبئی میں
خالص گھی اور میوہ جات سے بھرپور
مٹھائیاں اور حلویات عمدہ و لذیذ سلیمانی افلاطون
ان کے علاوہ خصوصی پیشکش
سلیمان عثمان مٹھائی والے
مینارہ مسجد کے نیچے، بمبئی فون ۳۲۰۰۵۹
بیکری: ۳۴ محمد علی روڈ بمبئی ۳

آہ! مولانا سراج قمر صاحب

مولانا محمد خالد ندوی

زندگی برف کی ایک سِل ہے جو مسلسل پگھلتی ہوئی معدوم ہو جاتی ہے، موت سے بھلا کس کو چارہ ہے، کون ہے جو اس کا انکار کرے، ملحد دہریہ ہو یا مذہب سماوی کا پرستار سب اس حقیقت کو تسلیم کرتے ہیں، لیکن اس فرق کے ساتھ کہ ایک اس کے بعد ابدی اور سرمدی زندگی کا قائل ہے، اور دوسرا منکر اور متشکک، پہلا مومن ہے اور دوسرا کافر، اللہ کا حکم سب کے لئے ہے "کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ" ہر نفس کو موت کا مزہ چکھنا ہے۔

زندگی جب اپنے طبعی سفر کے ساتھ تمام ہوتی ہے تو خویش و اقارب کی آنکھیں نمناک ہو جاتی ہیں، لیکن دل کو ایک گونہ اطمینان ہوتا ہے کہ آخر کوششیں ساری کرلی گئی تھیں، قدرت کا فیصلہ ہی یہی تھا، لیکن جب یہ حادثہ اچانک پیش آتا ہے تو دلوں کو عرصہ تک تڑپاتا ہے، آنکھوں کو رلاتا ہے، بسا اوقات فکر و ذہن کو معطل کر دیتا ہے۔

۱۷ ستمبر کو جیپ کے حادثہ میں مولانا سراج قمر صاحب کی رحلت کی خبر حلقۂ علماء و احباب میں صاعقہ بن کر گری، بتایا جاتا ہے کہ جیپ کا اگلا چکا اچانک نکل گیا اور ایک پیڑ سے تصادم کے نتیجہ میں یہ حادثۂ جانکاہ پیش آیا، اور ان کے بربط ہستی کا سرود ہمیشہ کے لئے خاموش ہوگیا، علم کا طائر ملکوتی عالم بقاء کی فضاء بسیط کی طرف پرواز کر گیا اور اودھ کی سرزمین اپنے مایۂ ناز سپوت، ایک باوقار اہل علم ایک شگفتہ مزاج، بے باک نڈر سماجی کارکن، اور ایک باوقار انداز بیان سے محروم ہوگئی، معاشرہ سے ایک آب و رنگ کی شخصیت کی دلآویزی اور رعنائی چھین لی گئی، ان کے دوستوں کی بزم سے ایک قد آور شخصیت اٹھ گئی، ان کے ہم جلیسوں پر ان کی قربت کا جو نشاط تھا وہ جاتا رہا، ان کی جبین کی شگفتگی اب ان کے ملنے والے کہاں دیکھیں گے۔

آج ان کے اس اچانک رخصت ہونے پر احباب دل گیر و دلفگار ہیں، تعزیتی جلسے ہو رہے ہیں، ان کی خدمات کا اعتراف کیا جا رہا ہے، اور بیشک وہ ایک ایسے ہی انسان تھے جو خواص و عوام میں یکساں محبوب، رزم ہو یا بزم ہر جگہ وہ چندان آفتاب و ماہتاب بن کر نظر آتے، اپنی شگفتہ بیانی سے دلوں کو مسحور کر لیتے، اور علم و آگہی کے مروارید ان کی زبان سے جھڑتے چلے جاتے، قصبہ فتحپور، ضلع بارہ بنکی کا وہ مردم خیز قصبہ ہے، جہاں انھوں نے آنکھیں کھولیں، ابتدائی تعلیم کے بعد حضرت مولانا عبد الغنی صاحب رح کی فیض نظر نے انھیں کندن بنا دیا، رسولی کے مشہور و معروف مدرسہ مدینۃ العلوم جو ان کا مادر علمی بھی تھا مدرس اور پھر مہتمم مقرر ہوئے، ان کے دور اہتمام میں اس ادارہ کی شہرت میں کافی اضافہ ہوا علمی حلقوں میں اس کا چرچا ہوا، اور عوام کے دلوں میں اس کی عزت و عظمت کا نقش ثبت ہوتا چلا گیا، مولانا کی مقبولیت کا یہ عالم تھا کہ جب نس بندی کے خلاف انھوں نے آواز اٹھائی اور حکومت وقت نے پابجولاں کرنے کی کوشش کی تو پورا قصبہ سنگینوں کی پرواہ کئے بغیر ان کی حمایت میں کھڑا ہو گیا، بابری مسجد کے قضیۂ نامرضیہ کے خلاف بارہ بنکی کے عوام نے انھیں کی سرکردگی میں ذوق جنوں کی وہ داستان رقم کی جو صدیوں بھلائی نہیں جاسکتی۔

مرحوم مدرسہ مدینۃ العلوم کے مہتمم تھے، آزاد انٹر کالج کے بانی اور منتظم تھے، مرحوم کی سب سے بڑی خصوصیت یہ تھی کہ ملت کی بہبود میں جو کام یا جو تحریک بھی ہوتی قطع نظر کہ کس فرد یا کس جماعت کی طرف سے اس کا آغاز ہوا ہے، اسے اپنے اوپر اوڑھ لیتے، دینی تعلیمی کونسل کو ان کی ذات سے بڑا سہارا ملا، تحریک پیام انسانیت میں بھی پیش پیش رہے، پرسنل لا بورڈ کے جلسوں کو خطاب کیا، اور ضلعی سطح پر اور بہت سے مفید کام انجام دیئے، افسوس اب وہ ہم میں نہیں رہے، زندگی کے بکھیڑوں، زندگی کے ہنگاموں اور دیگر جھمیلوں سے آزاد ہو کر اب وہاں ہیں جہاں اکرام الٰہی کی سلسبیل سے کوئی سیراب ہو جائے تو پھر اس کے لئے وہاں مغفرت کے مینا اور رحمت کے ساغر چھلکتے ہیں

خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را۔

حضرت نائب ناظم جناب مولانا معین اللہ صاحب ندوی دامت برکاتہم کے حسب ایماء جناب مولانا برہان الدین صاحب سنبھلی نے اپنی تعزیتی تقریر میں مرحوم کی خدمات کو سراہا اور دعائے مغفرت کی، دوسرے دن ایصال ثواب کا نظم کیا گیا، اللہ تعالیٰ مرحوم کی بال بال مغفرت

سوال و جواب

محمد طارق ندوی

س: کمپنی کے شیئرز خریدنا درست ہے یا نہیں؟

ج: کمپنی کے شیئرز خریدنا جائز ہے، اس پر جو غیر متعین نفع ملتا ہے وہ جائز ہے اور اگر نفع متعین ہو تو جائز نہیں ہے۔

س: یا اللہ، یا احد، یا واحد، یا موجود... علیٰ کل شئ قدیر، چھاپ کر ..... لوگ تقسیم کرتے ہیں، اور اس کے بڑے فضائل بیان کرتے ہیں اور یہ لکھتے ہیں کہ جو اسے چھپوا کر نہ بانٹے گا اسے بہت سی مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑے گا کیا یہ شرعاً درست ہے؟

ج: اس طرح کی دعاؤں کے بارہ میں جو بہت سی اس طرح کی باتیں مشہور ہیں یہ سب بے سند ہیں، اس طرح کی بہت سی غلط روایتیں عوام میں نقل کی جاتی ہیں، جن کی شریعت میں کوئی اصل نہیں ہے، خاص طور پر اس کی عدم تعمیل میں اسے خطرات پیش کئے جاتے ہیں کہ عوام اس سے خوف کھا کر اس دعا کو پڑھیں اور دوسروں تک پہونچائیں، شریعت میں یہ سب غلط چیزیں داخل کر رہے ہیں اس طرح کے اشتہارات اور بازاری امور سے اجتناب ضروری ہے۔

س: سجدہ میں پیر کی انگلیوں کو کس سمت رکھنا چاہئے؟

ج: سجدہ کرتے وقت پیروں کی انگلیوں کو قبلہ رو رکھنا مسنون ہے، "ویضع یدیہ فی السجود حذاء اذنیہ ویوجہ اصابعہ نحو القبلۃ وکذا اصابع رجلیہ" فتاویٰ ہندیہ ج اول ص۷۰

س: اگر کوئی شخص سجدہ میں ایک ہی پیر زمین پر رکھے دوسرا اٹھائے رہے تو نماز ہوگی یا نہیں؟

ج: نماز ہو جائے گی مگر مکروہ ہوگی "ولو سجد ولم یضع قدمیہ علی الارض لا یجوز ولو وضع احداھما جاز مع الکراھیۃ ان کان بغیر عذر"

س: کیا عورت کی صحت اور گود میں موجود بچہ کی صحت کی خاطر وضع حمل کرا سکتے ہیں؟

ج: جب عورت کی ہلاکت یا اس کے کسی عضو کی ہلاکت کا خطرہ ہو تو حمل ضائع کا مشورہ ضروری ہے اس سے کم درجہ کی مجبوری ہو تو حمل ضائع کرنا درست نہ ہوگا۔

س: امام نے اگر سنت مؤکدہ نہ پڑھی ہوں اور امامت کرے تو کیا اس کا امامت کرنا مکروہ ہے؟

ج: نہیں، اگر جماعت کا وقت ہوگیا اور امام نے بغیر سنت مؤکدہ پڑھے ہوئے فرض نماز پڑھا دی تو نماز بلا کراہت درست ہو جائے گی۔

س: برتھ ڈے منانا شرعاً درست ہے یا نہیں؟

ج: برتھ ڈے منانا شرعاً درست نہیں ہے یہ عیسائیوں کی نقل ہے، شریعت مطہرہ میں اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔

س: زکوٰۃ کی رقم سے طلبہ کا ڈریس بنوا سکتے ہیں یا نہیں؟

ج: ہاں زکوٰۃ کی رقم سے غریب طلبہ کا ڈریس بنوا سکتے ہیں لیکن یہ ضروری ہے کہ ان کو مالک بنا دیا جائے۔

س: کیا عقیقہ میں قربانی کی طرح بکرا سال بھر کا ہونا شرط ہے؟

ج: ہاں عقیقہ کا بکرا بھی سال بھر کا ہونا چاہئے، قربانی کی طرح عقیقہ میں بھی یہ شرط ہے۔

س: بہت سے لوگ فال کھلواتے ہیں اس کی شرعی کیا حیثیت ہے؟

ج: فال کی کوئی شرعی حیثیت نہیں ہے یہ حجت شرعی نہیں ہے، اس طرح کی باتوں سے اجتناب کرنا چاہئے۔

س: ایک چیز جس کی موجودہ قیمت بیس روپئے ہے، کوئی ادھار تیس روپئے میں بیچے تو کیا یہ درست ہے؟

ج: ہاں تیس روپئے کی بیچ سکتا ہے یہ بیع شرعاً درست ہے۔

بقیہ، مطالعہ کی میز

دعوتی میدان میں کام کرنے والے کیلئے اس کا مطالعہ از بس ضروری ہے اس لئے کہ اختلاف کی پرخار وادی سے اتفاق و اتحاد کے گل لوزس کی یافت کا گر اس

مطالعہ کی میز پر

مولانا محمد خالد ندوی

نام کتاب : اشکہائے نبوی
ضخامت : ۱۲۴ صفحات
مؤلف : مولانا امین مدنی
قیمت : پچیس روپیہ
پتہ : مولانا حکیم امین مدنی مہتمم ادارہ تالیف و تبلیغ شکر نگر بلرام پور ضلع گونڈہ یوپی ۲۷۱۲۰۱

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اشکوں کا حسین منثور مجموعہ "اشکہائے نبوی" کو بڑی خوبی اور دلآویز انداز میں مولانا امین مدنی صاحب نے جمع کیا ہے، رقت قلب اور اشکباری چشم کے واقعات دلکش، دلنشین اور صاف ستھرے اسلوب اور اچھی زبان میں اس طرح پیش کئے گئے ہیں آنکھیں بھیگ بھیگ جاتی ہیں، اور پڑھنے والے کے قلب پر بڑا گہرا تاثر ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ مؤلف کو بہترین جزائے خیر دے، اور اشہب خامہ کو اور تیز گام کر دے۔

کتاب کی طباعت صاف ستھری ہے، کتابت بھی بعض خامیوں کے باوجود معیاری ہے۔ البتہ بعض جگہوں پر زبان و بیان کی بعض خامیاں بھی نظر آئیں۔ مثلاً "اور صحرائے نوردی کو عبور کرنے کے مصداق ہے ص۲۹" صحرا نوردی کی جاتی ہے اسکو عبور کرنا لفظی تسامح قرار دیا جائے گا، اسی طرح کتاب میں کئی مقامات پر بحر طلاطم، بالطائین لکھا ہوا ہے، حالانکہ تلاطم صحیح ہے۔ ص۲۸ پر نعت کا مصرعہ ادلی حامد بارہ بنکوی کا ہے لیکن کتابت کے اصول کے مطابق اس مصرعہ کو ممتاز نہیں کیا گیا ہے۔ جس سے یہ اشتباہ ہوتا ہے کہ یہ تقلید نہیں ابتکار ہے۔ ص۳۳ پر قرآن پاک کی آیت "عزیز بن اللہ" کے بجائے "عزیز ابن اللہ" کتابت کی غلطی قرار دی جاسکتی ہے۔ اسی طرح ص۲۵ پر "مسلمان جب مسلسل ان کے جور و ستم کا آماجگاہ بننے لگے" "کا کی جگہ کی" ہونا چاہئے تھا۔ منبر پر ہے جب اللہ نے خلعت نبوت عطا کیا" خلعت ہونا چاہئے تھا۔

اس کے علاوہ بہت سارے مقامات پر کتابت کی خامیاں ہیں جنھیں آئندہ اشاعت میں درست کرلیا جائے تو کتاب کی افادیت بڑھ جائے گی۔ بہرکیف مجموعی حیثیت سے یہ کتاب اس لائق ہے کہ نہ صرف اس کا مطالعہ کیا جائے بلکہ اس کی بھرپور اشاعت بھی کی جانی چاہئے۔

نام کتاب : اسلامی بیداری کی نئی لہر
مؤلف : مولانا محمد الیاس ندوی بھٹکلی
ناشر : مکتبۃ الحسنات نئی دہلی۔ کوچہ چیلان، دریا گنج، نئی دہلی ۱۱۰۰۰۲
صفحات : اڑتالیس
قیمت : ۶/ روپئے

آج دنیا کے جس خطہ میں بھی اسلامی بیداری کی لہر جس انداز میں بھی اٹھی ہے اس پر جامع اور بھرپور تبصرہ اس کتابچہ میں موجود ہے۔ برادرم مولانا محمد الیاس ندوی نے اس سلسلہ میں اختصار کے ساتھ جو حقائق و ارقام پیش کئے ہیں وہ ان کی وسعت معلومات اور گہرے مطالعہ کی غماز ہیں۔ براعظم یورپ و امریکہ میں اسلامی بیداری پر اس کتابچہ میں بھرپور مواد موجود ہے اہل ذوق کے لئے خاصہ کی چیز ہے۔

نام کتاب : نوائے فکر انگیز
نتیجۂ فکر : ڈاکٹر ذوقی ٹانڈہ
ناشر : ڈاکٹر ذوقی محلہ سکراول ٹانڈہ فیض آباد
ملنے کا پتہ : دانش بک ڈپو ٹانڈہ فیض آباد
قیمت : تیس روپیہ
صفحات : ۱۳۴
تقطیع : کلاں، مجلد

پیش نظر مجموعہ "نوائے فکر انگیز" جناب ڈاکٹر ذوقی گولڈ میڈلسٹ کا نتیجہ فکر ہے جو ایک پرگو اور کہنہ مشق شاعر ہیں۔

ڈاکٹر صاحب سرزمین اودھ کے ان معروف شخصیتوں میں ہیں جنھوں نے شاعری کو صرف زلف و کاکل کا اسیر نہ بنا کر خدمت انسانیت کا ذریعہ بنایا ہے اور اور انسانی قدروں کو ہمیز کرنے کی کوشش کی ہے۔ اور اس اعتبار سے ڈاکٹر صاحب کا یہ مجموعہ کلام اپنے رنگ و آہنگ کے ساتھ بھرپور ہے، وہ خود رقمطراز ہیں۔

"بات دراصل یہ ہے کہ میں نے فن شاعری کو کبھی تفریح و تفنن کا ذریعہ نہیں سمجھا۔ بلکہ اسے اخلاقی معاشرتی اصلاح کا وسیلہ اور انسانیت کی خدمت کا مستحسن ذریعہ جانا ہے، وہ شاعر ہی کیا جو اپنے فن سے انسان میں اس کے فرائض اور ذمہ داریوں کا احساس پیدا کرنے کی کوشش نہ کرے اور نظام کائنات میں اس کے مقام و مرتبے کو یاد نہ دلاتا رہے اور انسانیت کا صحیح جذبہ پیدا کرنے کو اپنا نصب العین نہ بنالے"

ڈاکٹر ذوقی کا کلام اس تناظر میں بہت معنی خیز ہے۔ خصوصاً جبکہ شاعری کا تعلق تفریح طبع کے سوا کچھ نہ رہ گیا۔ شاعروں کا مزاج بازاری ہوگیا ہو، اقبال و غالب کی حیثیت نئی نسل کے لئے وحشی اور لغرتی کی ہوگئی ہو۔ ایسے میں یہ گلدستۂ سخن جس میں طرح طرح کے شاہ نواز اور خوش رنگ پھول ہیں، اس حلقہ کے لئے ضرور مسرت خیز ہیں جو ادب میں انسانی قدروں کا شیدائی ہے، اور غزل کی جان تعمیر فکر کو قرار دیتا ہے۔

ہمیں امید ہے اہل فن اور ادب نواز حلقہ میں اس مجموعہ کو قدر افزا نگاہوں سے دیکھا جائے گا۔

لب پر شکوہ ہے نہ آنکھوں میں شکایت کی نمود
دیکھئے! سامنے ہے آپ کے ذوقی موجود

نام کتاب : ملت اسلامیہ کے اتحاد میں حائل رکاوٹیں اور ان کا حل
مؤلف : حکیم خلیق الزماں صاحب
ضخامت : ۶۴ صفحات
زرتعاون : چار روپئے
پتہ : کتاب منزل سبزی باغ پٹنہ

باعزت زندگی اتفاق و اتحاد کے بغیر ناممکن اور عسیر الحصول ہے، کتاب و سنت میں اختلاف و انتشار کو "الحالقۃ" سے تعبیر کیا گیا ہے، جو دین کو مونڈنے والا ہے۔ اور ملت اسلامیہ کا امتیاز اور وزن صرف اور صرف دین اور دینی تعلیمات پر عمل سے وابستہ ہے، کتاب و سنت اور صلحائے امت کے عمل کی روشنی میں ملت کے اختلافات کی اصلیت کیا ہے۔ تعمیر سے تخریب کی سرحدیں کہاں مل جاتی ہیں پیش نظر کتابچہ میں اس کا بھرپور جائزہ لیا گیا ہے۔ کتابچہ کے آخر میں بعض اہم علماء، مفکرین اور دانشوران امت کے تائیدی خطوط و ارشادات بھی درج ہیں۔ جس سے کتابچہ کی اہمیت اور بڑھ جاتی ہے۔ مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابو الحسن ندوی دامت برکاتہم نے اس کتابچہ کی روح اور مقصد سے کامل اتفاق کیا ہے۔ باقی ص ۱۴ پر

بقیہ: آکسفورڈ سینٹر

جس میں خود آکسفورڈ یونیورسٹی کا پریس بھی شامل ہے۔

دونوں کاموں کی اہمیت اور ضرورت کو آکسفورڈ یونیورسٹی اور دیگر سو افراد نے سراہا ہے اور تعاون کا وعدہ کیا ہے دونوں کاموں پر سینٹر کافی سرمایہ صرف کر رہا ہے اور کام کی نگرانی صحیح الخیال اور اسلامی الفکر تجربہ کار اہل علم سے کرائی جا رہی ہے۔

سینٹر وقتاً فوقتاً عالم اسلام کے ممتاز مفکروں اور اہل علم کے خطبات کا بھی اہتمام کرتا رہتا ہے شائقین اور اہل علم کے لیے عربی اور دینیات کے اسباق کا انتظام کرتا ہے اور ترجمہ و تحقیق کے علمی کاموں کی سرپرستی کرتا ہے اہل علم کے لیے آکسفورڈ یونیورسٹی سے فائدہ اٹھانے کی سہولت کی فکر کرتا ہے اور آکسفورڈ یونیورسٹی کے طلباء کے لیے اسلامیات کے مطالعہ اور استفادہ کی سہولت فراہم کرتا ہے آکسفورڈ یونیورسٹی سے علمی وابستگی کی بنا پر سینٹر کو علمی حلقوں میں خاصی اہمیت حاصل ہوگئی ہے۔